

تجھ سنگ عید پیا

فرحت نشاط مصطفیٰ

بہو پسند کرتے ہوئے بھتیجی کی یاد نہیں آئی لیکن بہو کی بری بناتے ہوئے اسی بھتیجی کی یاد میں ہچکیاں آرہی ہیں۔ "فاری نے بیڈ پہ بیگ پٹختے ہوئے کچھ زہر خند جملے ادا کرنا بھی ضروری سمجھے۔

"فارس بھائی نے سومیہ کو خود پسند کیا ہے، تو پھپھو بچاری کیا کرتیں۔ اب دعا کرو انکی ہچکیوں سے نیا آپی کو ہمدردی کا دورہ نہ پڑ جائے۔" فاری سے چھوٹا دائم خاصا اڈیٹڈ تھا۔

"او نہہ! جب اپنے کر توت دوسروں کے سر مونڈھنے ہوں تو اولاد سے اچھا کاندھا بھلا کس کا، وہ تو ہوتی ہی بدنام ہے۔" الماری کے پٹ زور سے وا کرتے ہوئے فاری نے مزید گل فشانی کی تھی۔

"ایک منٹ! ایک منٹ فاری! کہیں تم فارس بھائی کو پسند تو نہیں کرتیں۔" دائم نے موبائل کی جان چھوڑتے ہوئے فاری کی جان مشکل میں کی تھی۔

"کیا! فاری کو اچھو ہی تو لگا تھا۔"

"بہن سے کوئی ایسے سوال کرتا ہے ڈنگر۔" اندر آتی آسیہ نے اپنے سے اونچے قد کے دائم کے کاندھے کا نشانہ اپنی قینچی چپل سے لیا تھا۔ "اماں! یہ ڈنگر کیا ہوتا ہے؟" دائم نے کاندھا دباتے ہوئے دہائی دی تھی۔

"تیرا منہ بھولا بھائی، بڑا آیا انگریز ڈنگر کیا ہوتا ہے اور تو فاری تجھے شرم نہیں آتی، باپ باہر صحن میں بیٹھا ہے اور انہی کی بہن کے خلاف تو زہر اگل رہی ہے۔" آسیہ نے ایک ساتھ دونوں کی کلاس لگائی تھی۔

"اماں! میں تو سچ بول رہی ہوں۔" فاری منمنائی تھی۔ اماں جیسی شیرنی کے آگے اچھی خاصی فاری نے ڈھیر ہی ہونا تھا۔

"بڑا کوئی آسکر ملے گا نہ تجھے سچ بول کے، ارے نہیں مانگا کوثر باجی نے اپنے فارس کیلئے میری بیٹیوں کا رشتہ تو کیا ہوا، اللہ انکے نصیب بھی کھولے گا۔ دنیا میں کوئی ایک وہ فارس تو نہیں رہ گیا تھا نہ۔ خون ہی سفید ہو گیا ہے آج کل لوگوں کا۔" اب کی بار اماں نے منہ کا رخ کھڑکی کی جانب کیا تھا تا کہ ابا بھی سن لیں۔

"تو پھر آپی کو کیوں بھیج رہی ہیں وہاں، خواہ مخواہ انکا دل ہی جلے گا۔" فاری نے شکوہ کیا تھا۔

"میں نے اپنی اولاد کو حسد کرنا تو نہیں سکھایا فاری، تری پھپھی نے کہا ہے تو ہی بھیج رہی ہوں ورنہ مجھے کیا پڑی ہے۔ اچھا ہے اسی بہانے گھر سے نکلے گی۔" آسیہ متضاد کیفیت کا شکار تھیں۔

"ایک ہی کام کا بندہ ہے اسے بھی پھپھو نے بلا لیا۔" فاری کو اصل ٹینشن ہی یہی تھی۔

"اب میں سمجھی! یہ رولا کس لئے ہے۔ بہن کا درد نہیں تجھے یہ کام کا خوف کھا رہا ہے۔" آسیہ کے بس یوریکا کہنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"ہاں تو مجھ سے نہیں پکتے سحری میں پر اٹھے اور افطاری میں پکوڑے۔" فاری نے ہاتھ جھاڑے تھے۔

"کچھ بھی ہو پتر، افطار اور سحری دونوں تو ہی بنائے گی۔"

"یہ زیادتی ہے اماں، اس سے تو اچھا ہے آپ مجھے مہر گڑھ بھیج دیں۔" فاری تو ہول ہی گئی تھی اتنے کاموں کا سن کے۔

"تری پھپھو نے اپنا ہاتھ بٹانے کیلئے بلایا ہے، ہاتھ کٹوانے کیلئے نہیں، نیا جار ہی ہے نہ بس کافی ہے۔" مجال ہے اماں جو دو منٹ اولاد کا لحاظ کرتی ہوں۔

"اماں!" فاری کو اماں کی صاف گوئی نہیں بھائی تھی۔

اب وہ تھی نکمی تو کیا کیا جاسکتا تھا۔

"ہاں بھئی! یہ شور کیسا ہے؟ سودفعہ کہا ہے تو تراخ نہ کیا کرو۔" دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے ابا یقیناً شور سن کے ٹھہلتے ہوئے اندر آئے تھے۔

"آپ کی اولاد کی سواری وائٹ ہاؤس سے دوبارہ ایک سو بیس گز کے گھر میں لینڈ کر رہی تھی بس اسی کا شور ہے۔" آسیہ نے الماری سے نیا کے کپڑے نکالتے ہوئے بتایا تھا۔

دائم اور فاری دونوں ہی کھسیا گئے تھے۔ انکے اونچے خوابوں پہ اکثر اماں انہیں یونہی وائٹ ہاؤس کا جانشین بنادیتی تھیں۔

"نیا کہاں ہے؟" ابا نے ان دونوں کی کھسیاہٹ نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کہاں ہونا کچن میں ہوں گی۔ چائے کا کہا تھا نہ۔" دائم نے بتایا تھا۔

"صاحبزادے! کبھی خود بھی زحمت کر لیا کیجئے۔"

"ابا! میں!" دائم نے اپنی جانب حیرت سے اشارہ کیا۔

"بد قسمتی سے صاحبزادے آپ ہی ہیں یہاں۔" بھگو بھگو کے مارنا کوئی ابا سے سیکھتا۔

"ابا! یہ تو لڑکیوں کے کام ہیں۔ ارے لیں نیا آپ آگئیں۔" دائم نے اندر آتی نیا کو دیکھ لیا تھا جس کے ہاتھ میں چائے کا طشت بھی تھا۔

"چائے!" ہمیشہ کی طرح پہلا کپ نیا نے ابا کی جانب بڑھایا تھا۔

"شکریہ! تیاری ہو گئی تمہاری۔" ابانے چائے کا کپ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہو گئی ہے عبد اللہ صاحب، پر میں ابھی سے کہہ دیتی ہوں میری بیٹی کوئی کام کرنے والی مشین نہیں ہے۔ اس سے آپ کی بہن اتنا ہی کام کروائے جتنا یہ کر سکے۔" آسیہ نے پیکنگ مکمل کر لی تھی سو اب گفتگو میں مداخلت ضروری تھی۔

"میری بہن کو کام کرنے والیوں کی کمی نہیں، پر شادی بیاہ کے معاملات میں کام والوں سے زیادہ ساتھ دینے والوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے ہی دے سکتے ہیں۔ اپنا سمجھ کے ایک کام کہا ہے کوثر باجی نے مجھے، تمہیں نہیں پسند تو ٹھیک ہے نیا نہیں جائے گی۔ بات ختم!" ابانے تو بات ہی ختم کر دی تھی۔

"نہیں ابو! امی کا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں نے سحری کیلئے آپ کیلئے فرائیڈ قیمہ رکھا ہے کالی مرچ کے ساتھ، ٹھیک رہے گا نہ سفر میں۔" اس سے پہلے یہ گرما گرمی مزید بڑھتی نیا نے سبھاؤ سے بات بدلی تھی۔

"ٹھیک تو کہہ رہی ہے نیا۔ آپ بھی نہ بس! نیا! اپنے ابا کی پسند کی کوئی کتاب بھی رکھ دینا۔" آسیہ بھی اس وقت کوئی جھگڑا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ جھگڑا شروع ہو تا سندھ سے اور اٹک جاتا بلوچستان کی سر زمین میں۔

"ہائے! میری محنتی آپی!" فاری کی تو آنکھیں ڈبڈبائیں تھیں۔

"ہماری امن کی فاختہ!" دائم نے سر دھنا تھا۔

"چائے پیو تم دونوں۔" نیا نے دونوں کو آنکھیں دکھاتے ہوئے خود بھی چائے کا کپ لبوں سے لگایا تھا۔

فاری اور دائم ہنستے ہوئے چائے کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔

ایک متوقع جنگ دو میٹھے بولوں سے ٹل گئی تھی دونوں کا خراج تحسین پیش کرنا تو بتا تھا۔

توقصہ اصل میں یوں تھا کہ کوثر باجی عبد اللہ کی بڑی بہن تھیں جو بیاہ کے مہر گڑھ کے اطراف میں گئی تھیں اور اب انکے ہی بیٹے فارس کی شادی عید کے بعد طے پائی تھی۔

عبد اللہ صاحب کی شادی اپنی کزن آسیہ سے ہوئی تھی۔ انکی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ نایاب عرف نیا، فریحہ عرف فاری کے بعد دائم اور پھر سب سے چھوٹی نبھا تھی۔ یہ خاندان کراچی کے ایک درمیانے علاقے میں رہائش رکھتا تھا۔

عبداللہ اچھا ہی کما تے تھے پر خرچے بھی تو بہت تھے۔ اس لئے آسیہ کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے بچیوں کیلئے بھی کچھ نہ کچھ جوڑ کے رکھتی تھیں۔ بہت سوں کی طرح آسیہ کے دل میں خیال تھا کہ انکی نند کوثر بھتیجیوں کو تو ذہن میں رکھیں گی ہی پر کوثر نے غیر خاندان سے اپنی بہو چنی تھی، آسیہ اپنی جگہ دل مسوس کے رہ گئی تھیں۔

اب اسی شادی کی تیاری کیلئے انہیں ایک عدد ساتھی درکار تھا۔ فارس کوثر کی اکلوتی اولاد تھا۔ گو کہ کوثر بھرے پرے گھر میں بیباہی تھیں پر بقول کوثر کے ہی اپنا خون اپنا ہوتا ہے۔

"فارس کے ساتھ ساتھ یہاں اسکے باقی کزنز کی بھی شادی ہونی ہے۔ اس لئے سب اپنے اپنے گھروں میں مصروف ہیں۔ مجھ اکیلی کا ہاتھ بٹانے کیلئے تم اگر نیا کو اس عید پہ بھیج دو تو مہربانی ہوگی۔" کوثر نے بھائی اور بھانج سے بڑے مان سے کہا تھا۔

"کیوں نہیں آپا!" ان سے پوچھے بنا ہی عبداللہ نے ہاں کر دی تھی۔

"کیا پتا اسی بہانے میری بچی کا نصیب کھل جائے۔" آسیہ نے سوچا تھا۔ اتنے تو لوگ تھے کوثر باجی کے سسرال میں، کوئی ایک تو جو ہری ہو گا جو نیا کو پر کھ لیتا۔

نیا کو ماسٹر ز کئے بھی تو ایک سال ہو گیا تھا۔ سفر وسیلہ ظفر ہوتے ہیں کیا معلوم اسی بہانے نیا کیلئے بھی کوئی وسیلہ بن جاتا۔

"شامی کباب، سمو سے اور رول میں نے فریز کر دیئے ہیں۔ کل کیلئے آٹا بھی گوندھ دیا ہے اور سالن بھی تیار ہے۔ تمہیں بس سحری میں پراٹھے بنانے ہوں گے۔" نیا نے بستر کی چادر بچھاتے ہوئے فاری کو مخاطب کیا جو کشنز کے ڈھیر پہ بیٹھی اپنا جرنل بنا رہی تھی۔

"پراٹھے فریز نہیں ہو سکتے تھے کیا؟" فاری نے پنسل ٹھوڑی سے ٹکاتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے بہن کو دیکھا تھا۔

"کیا فاری!" نیا ہولے سے مسکرائی تھی۔

"بس آپی! فل اسٹاپ! اس سے آگے کا جملہ مجھے معلوم ہے۔ کیا فاری، اتنی کام چوری۔" فاری کہہ کے زور سے ہنسی تھی۔

نیا اسکے انداز پہ مسکراتے ہوئے کتابوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔ ابا کیلئے اسے کوئی اچھی سی کتاب جو چاہئے تھی۔

"پتہ ہے آپی! میرا دل کہتا ہے مہر گڑھ میں ہی تمہارا نصیب ہے۔" فاری سوچتے ہوئے بولی تھی۔

نیا کے ہاتھوں میں کتاب لرز کے رہ گئی تھی۔

"فاری! میں وہاں اس لئے تو نہیں جا رہی۔" نیا نے سرزنش کی تھی۔

"پر وہاں یہ بھی تو ہو سکتا ہے، فارس نہ سہی انکا کوئی کزن ہی سہی۔" فاری اب بھی پر امید تھی۔

"ہم انکے جیسے نہیں ہیں فاری، اس لئے اتنا مت سوچو۔ جتنی زیادہ سوچیں اتنی ہی پھر تکلیف ہوتی ہے۔" نیا نے ٹوکا تھا۔ پھپھو کے سسرال والے جدی پشتی زمیندار لوگ تھے وہ کہاں بھلا محنت کشوں میں کھتے۔

"پھپھو بھی تو انکے جیسی نہیں تھیں نہ پھر بھی انکا نصیب وہاں لکھا گیا اور وہ کیا کہتے ہیں پھپھی بھتیجی ایک ذات تو پھر تمہارا کیوں نہیں۔" فاری کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک دلیل تھی پر نیا کوئی خوش فہمی نہیں پالنا چاہتی تھی۔

"ہم آدھے گھنٹے میں گھر سے نکلنے والے ہیں۔ تم میرے بعد گھر کا اچھے سے خیال رکھنا۔ اماں کو زیادہ غصہ مت دلانا جانتی ہو نہ بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔" نیا نے بڑی بہن ہونے کے ناطے اسے سمجھایا تھا۔

"جس ماں کی دو بیٹیاں دہلیز پہ بوڑھی ہو رہی ہوں اس ماں کا بلڈ پریشر ہائی ہونا بنتا ہے نیا آپ۔ معجزے آج کے دور میں نہیں ہوتے، خود ہاتھ پیر چلانے پڑتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی تمہاری جانب آنکھ اٹھائے تو برائے مہربانی دو قدم اسکی سمت خود ہی بڑھالینا۔" فاری کو اسکے ٹھنڈے انداز پہ اتنا غصہ چڑھا تھا کہ جو منہ میں آیا وہ کہتی چلی گئی تھی۔

"سوچ سمجھ کے بولا کرو فاری۔" نیا کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

ایسی بھی وہ کونسا شادی کیلئے مری جا رہی تھی۔ کیا عورت کی زندگی صرف تب ہی ہے جب وہ شادی کرے۔
"ہو نہہ! تم اپنی موج میں رہو آپی سوچنے کیلئے ہم ہیں نہ۔" فاری واک آؤٹ کر گئی تھی۔

"کوثر باجی کا بھر اپر اسسرال ہے، دیہات والا ماحول ہے۔ آنا جانا کھلا ہے۔ تم اپنی احتیاط کرنا۔ لڑکوں سے محتاط رہنا۔" آسیہ نے الوداع کرتے ہوئے نصیحت کی تھی۔

انکی بات پہ نیا نے فاری کو دیکھا تھا جو آسیہ کے عقب میں کھڑی تھی۔
"ہو نہہ!" فاری سر جھٹک کے رہ گئی تھی۔

"چلو بیٹا! رکشہ آگیا ہے۔" عبداللہ صاحب نے بیگ اٹھاتے ہوئے کہا تو نیا خدا حافظ کہتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

سحری کا وقت تھا۔ گاڑی اپنی مخصوص رفتار کے ساتھ رواں تھی جب مسافروں کے کہنے پہ ڈرائیور نے گاڑی کسی ہوٹل کے سامنے روکی تھی۔

"میں تمہاری بڑی بہن ہوں۔ تم سے پہلے اس دنیا میں آئی ہوں تو زیادہ نہیں تھوڑی تو عقل ہے مجھ میں، فاری! جب شادی ہوتی ہے تو لڑکی کو لینے دلہا آتا ہے، لڑکی دلہا کو لینے نہیں جاتی۔ سمجھنے والوں کیلئے تو اس میں ہی مثال ہے۔ میرے نصیب میں جو بھی ہے وہ مجھے میرے وقار کے ساتھ ملے تو سر آنکھوں پہ ورنہ اپنی عزت نفس کو ہلکا کر کے مجھے اپنا نصیب باور نہیں کرنا۔"

نیانے گاڑی سے اترنے سے پہلے وہ چند سطروں کا میسج چھوٹی بہن کو کیا تھا۔ اب تک اس کا سو کا لڈ غصہ اتر چکا ہو گا سو وہ نیا کی بات اب اچھے سے سمجھ سکتی تھی۔

وہ مہر گڑھ پہنچ چکے تھے۔ مہر گڑھ دنیا کا یہ قدیم ترین علاقہ جو دریائے بولان کی وادی میں واقع تھا جس کی تاریخ کا سحر ایک فسوں طاری کرتا تھا۔

نیانے ایک گہری سانس مہر گڑھ کی فضاؤں کے سپرد کی تھی۔ پھپھو کے گھر سے انہیں لینے کوئی نہیں آیا تھا۔ اب کسی سواری کو ڈھونڈ رہے تھے جو پھپھو کے ٹھکانے تک انہیں پہنچا سکے اور وہ خود بیچ پہ بیٹھی مہر گڑھ کو آنکھوں کے راستے دل میں سمور ہی تھی۔

مہر گڑھ میں سحر تھا۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اسے آباد کرنے والے ہندوستان کے مقامی باشندے تھے۔ ایک عظیم انسانی تہذیب کو پروان چڑھتے دیکھا تھا مہر گڑھ نے اپنے گلیاروں میں۔

"ہو! اور اب ان انسانوں کی اتنی فرصت بھی نہیں کہ مہمانوں کو لینے ہی آجائیں۔" نیانے ابا کو پسینہ پونچھتے دیکھ کے تلخی سے سوچا تھا۔

سواری مل گئی تھی۔ ایک بار پھر سفر شروع ہوا اور نیا سانس رو کے مہر گڑھ کے کوچوں میں بکھری تاریخ کو دیکھنے لگی تھی۔

"ہم پہنچ گئے بیٹا۔" نجانے کتنی دیر بیتی تھی قدیم زمانوں کا سفر کرتے ہوئے کہ ابا کی آواز اسے حال میں کھینچ لائی تھی۔

گاڑی سفید سنگ مرمر سے مرصع خوبصورت عمارت کے آگے رکی تھی۔ پھانک عبور کر کے دورویہ سرسبز باغیچہ تھا اور اس سے متصل پورچ جہاں تین گاڑیاں کھڑی دیکھ کے نیا کی نازک پیشانی پہ بل پڑا تھا۔

"یہ یہاں کھڑی کیا تیل کھینچ رہی ہیں یا پانی۔ اتنا نہ ہوا کہ ہمیں لینے کیلئے ہی بھیج دی جاتیں۔" نیا کی نگاہوں میں ابا کا پسینہ پسینہ وجود گھما تھا۔

"آگے خیر سے تم دونوں۔" کوثر پھپھو کی آواز پہ وہ انکی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"السلام علیکم!" اس نے مدھم سروں میں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام! آجاؤ ادھر آجاؤ بیٹی۔ عبد اللہ آجاؤ تم بھی۔" کوثر پھپھو اسے اپنے ساتھ لگائے اندر کی جانب بڑھی تھیں۔

انکا گرم جوش سا انداز نیا کو اچھا لگا تھا پر ابھی سفر والی بات اسے یاد تھی۔

"لمبا سفر کر کے آئے ہو۔ فریش ہو جاؤ جب تک کھانا تیار ہو جائے گا۔"

"روزہ ہے پھپھو ہمارا۔" نیا نے انہیں باور کروایا تھا۔

"ماشاء اللہ! پھر خیر سے آرام کرو۔ اب تو تم میرے پاس ہونہ دل کھول کے باتیں کریں گے۔" اسکے بال سنوارتے ہوئے کوثر نے محبت سے کہا تھا۔

"باجی! میری بیٹی اب آپ کے گھر ہے جب تک تو اس کا خیال بھی آپ نے رکھنا ہے۔ مجھے شام میں واپسی کیلئے نکلنا ہے۔" عبد اللہ نے دو باتیں ایک ساتھ کی تھیں۔

"اتنی جلدی! نیا اپنی جگہ تھم سی گئی تھی۔

"یہ بھی کوئی کہنے والی بات ہے بھلا۔ نیا میری ذمہ داری ہے مجھے معلوم ہے۔" کوثر پھپھو نے دوسری بات کی جانب توجہ ہی نہیں کی تھی شاید انہیں پہلے سے خبر تھی۔

"ابو! اتنی جلدی۔" نیا نے پریشانی سے انہیں دیکھا۔

"نیا! عبد اللہ ہمیشہ ایسے ہی آتا ہے۔ ابھی بھی مال لینا تھا تو تمہیں ساتھ لیتے ہوئے آگیا۔ تم فکر نہ کرو۔" پھپھو اسکی فکر محسوس کر چکی تھیں۔

"پھپھو! مائنڈ مت کیجئے گا پر میں دوسری وجہ سے پوچھ رہی تھی۔" نیا نے کن اکھیوں سے پھپھو کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"ابا کا پر ہیزی سالن ہوتا ہے تو وہ باہر سے کچھ نہیں کھاتے۔ آپ مجھے کچن کا بتادیں، میں انکے لئے کچھ بنا دیتی ہوں۔ یہاں بازار کہاں

ہو گا؟" نیا نے ایک ساتھ دو باتیں کی تھیں۔

پھپھو اسکی بات سن کے ہنس پڑی تھیں۔

"دھیرج نیا دھیرج! تم اپنی پھپھو کے گھر ہو۔ سب ہو جائے گا۔ تم جاؤ آرام کر لو پھر جو کرنا ہے کرتی رہنا۔" پھپھو نے اسے تسلی دی تو وہ

ملازمہ کی ہمراہی میں کمرے کی جانب بڑھی تھی جو اسے لے جانے آئی تھی۔

نیند تو اسے دوپہر میں کبھی آتی ہی نہیں تھی سوا ب وہ فریش ہونے کے بعد نماز پڑھ کے فارغ تھی۔

"اس گھر کے باقی لوگ کہاں ہوں گے؟" نیا نے کمرے سے باہر آتے ہوئے سوچا تھا۔

پھپھو اسے کچن میں نظر آئیں تو وہ انکے پاس چلی آئی۔

"میں ہیلپ کروادوں۔"

"ارے نہیں! تم بیٹھو، میں ایسا کچھ خاص بھی نہیں کر رہی۔" پھپھو نے منع کیا تھا۔

"چچی! امی کہہ رہی ہیں۔ افطار اور کھانا آج ساتھ ہو گا۔ آپ کے مہمان آگئے نہ۔ ہیلو! میں پریشہ ہوں۔" آنے والی نے اپنا تعارف کروایا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ عادت کے بنا پہ سلام کر گئی تھی۔

"اوہ ہاں! وعلیکم السلام۔ یہ آپ کی بھتیجی ہے چچی؟" پریشہ نے پوچھا تھا۔

"ہاں! یہ نیا ہے بڑی والی۔ نیا! یہ میری جھٹانی کی بیٹی ہے۔ اسکے ساتھ جا کے باقی سب سے مل لو۔" پھپھو نے شاید انکا غائبانہ تعارف کروا رکھا تھا اور اب نیا بھی ان سے متعارف ہو جائے اس لئے اسے پریشہ کے ساتھ بھیجا تھا۔

"بہت سمپل ہے۔ اپنی ہاؤ! ہم باغ کی سیر کو جا رہے ہیں نیا کو لے جائیں۔" پریشہ نے پوچھا تھا۔

"ہاں لے جاؤ۔ نیا اگر تم تھکی ہوئی نہیں ہو تو جاؤ بیٹا گھوم پھر آؤ۔" کوثر کو یہ آفر اچھی لگی تھی۔ اب یہاں کون تھا جو نیا کو سیریں کرواتا۔

"ایسا گھمائیں گے نہ یاد کریں گی یہ شہری بھتیجی۔" پریشہ سوچتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"گائز! نیو ایڈو نچر کیلئے کون ریڈی ہے؟" پریشہ اپنی کزنز کے پاس آتے ہوئے سرگوشی میں پوچھ رہی تھی۔

"کیا کرنا ہے اب کی بار؟" ملاحت نے پرجوش ہو کے پوچھا تھا۔

"کوثر چچی کی شہری بھتیجی۔" پریشہ کھی کھی کرتے ہوئے انہیں پلان کی تفصیل سمجھانے لگی تھی۔

"دیکھ لو کچھ الٹا سیدھا نہ ہو جائے ورنہ ضامن لالہ کو جانتی ہو نہ۔" ملاحت کو کچھ تحفظات تھے۔

"کچھ نہیں ہوتا۔ جلدی سے اپنی چادریں لو اور آ جاؤ۔" پریشہ کہتے ہوئے باہر کی جانب بھاگی تھی۔

"ہمارے باغات میں سیزن کے سارے فروٹس ہوتے ہیں۔ تمہیں یہ جگہ پسند آئے گی۔" پریشہ ہی زیادہ تر بول رہی تھی۔

نیا اور وہ آگے آگے تھے جبکہ باقی لڑکیاں پیچھے تھیں۔ باتیں کرتے کرتے وہ دونوں آگے بڑھتی چلی گئی تھیں جب ایک جگہ پریشہ پیشانی پہ ہاتھ مارتے ہوئے رکی تھی۔

"ارے یہ باقی کہاں رہ گئیں۔ تم گھومو پھر وادھر، میں انہیں لے کے آئی۔" وہ تیزی سے بولتی ہر نی کی مانند قلائچیں بھرتے ہوئے بھاگ گئی تھی۔

نیا پہلے تو وہیں کھڑی رہی پر پھر کچھ تجسس اور کچھ نیچر لو جاگا تو آگے بڑھنے لگی۔

اونچے سرسبز درخت جن میں کچھ پھلدار تھے جبکہ کچھ یونہی سر نیہواڑے کھڑے تھے۔ کہیں قطار در قطار گلابوں کے کنج بھی تھے۔ آس پاس کی خوبصورتی کو سراہتے وہ آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

تقدیر بس دو قدم آگے ہم قدم تھی۔

"ضامن! یہاں اتنا شکار ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے وہ تم چھوڑتے نہیں۔ ناٹ فیئر!"

"شکار۔۔۔ شکار کرنے کیلئے ہوتا ہے چھوڑنے کیلئے تو صرف مفتا ہوتا ہے جو مہر گڑھ کی سرزمین پہ نہیں ملتا۔" اس نے رائفل کی نال سیدھی کرتے ہوئے نشانہ باندھا تھا۔

"تم سے باتوں میں جیتنا مشکل ہے بھی۔" ہارون نے ہارمانی تھی۔

"ویسے بھی مشکل ہی ہے۔" اس نے فائر کھول دیا تھا۔ ہارون نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔

ایک لمحے میں فضا میں بارود کی بو گھلی تھی۔ گولیوں کی ترڑاہٹ نے سکوت پہ سلوٹ ڈالی تھی اور دوسرے ہی پل فضا نسوانی دلخراش چیخوں سے گونجی تھی۔

"یہ کس لڑکی کی آواز ہے؟" ضامن نے رائفل نیچے کرتے ہوئے تھیر سے اسے دیکھا تھا۔

"لڑکی اور یہاں!" ہارون نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

"لڑکی! یہاں لڑکی کہاں سے آگئی ضامن؟" ہارون کے توہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

"بروقت پوچھ کے تھوڑی نہ آتا ہے۔ تم اس طرف جاؤ میں دوسری طرف جا رہا ہوں۔" ضامن جھلا کے کہتا ریو الور لوڈ کرتا آگے بڑھا تھا۔

آواز یہیں قریب سے آئی تھی اس لئے وہ محتاط نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا۔ گولی سے زخمی ہونے کے بعد لڑکی زیادہ دور تک تو جا نہیں سکتی تھی۔

"رکو! ہلومت۔ میں آرہا ہوں۔" درختوں کے عقب میں ضامن نے سرمئی آنچل غائب ہوتے دیکھا تو چلایا تھا۔

خشک پتوں پہ مزید سرسراہٹ ہوئی تھی یعنی وہ جو بھی تھی ضامن کی آواز پہ رکی نہیں تھی۔

"ڈیم اٹ! میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ رکو وہیں۔" اسکی بد اعتمادی ضامن کو بھائی نہیں تھی۔

خیر کونسا وہ اسے جانتی تھی جو اس پہ اعتبار کرتی۔ ضامن سر جھٹکتے ہوئے اب کی بار خاموشی سے آگے بڑھا تھا۔

اسکے قدموں تلے خشک پتے بھی اب کی بار ساکت تھے صرف ایک تقدیر تھی جو متحرک تھی۔

نیا اپنی دھن میں آگے بڑھتے خاصی دور نکل آئی تھی۔ احساس تب ہوا جب سرسبز درختوں کے پار خشک پتوں کے زمین اور اکاد کا سوکھ چکے درختوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

"یا اللہ! یہ کہاں آگئی؟" اس نے ادھر ادھر دیکھا تھا۔

ابھی وہ اسی کشمکش میں تھی جب گولیوں کی ترڑاٹھ نے اسے دہلا کے رکھ دیا تھا۔ وہ کوئی کمزور لڑکی نہیں تھی پر یہاں یوں اکیلے، اجنبی جگہ اور گولیوں کی آواز نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

آسمان پہ پرواز کرتے دو پرندے ان گولیوں کا شکار ہو کے عین اسکے قدموں میں ڈھیر ہوئے تھے۔

نیا بوکھلا کے دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔ تب ہی مزید فائر ہوئے تھے گولیوں کی سنسناہٹ نے اسکے وجود میں ایک پھریری دوڑادی تھی۔

وہ خوفزدہ ہو کے چلاتے ہوئے پیچھے ہوئی تھی۔

"یا اللہ! میں کہاں جاؤں؟" نیا کی آنکھیں خوف سے پھیل چکی تھیں۔

وہ شاید نہیں گھبرا کے یقیناً راستہ بھٹک چکی تھی اوپر سے مزید ستم وہ اجنبی آواز! نیا نے چادر کی ہلکے مضبوط کرتے ہوئے آنکھیں موندتے ہوئے بے ساختہ ہی کلمہ پڑھا تھا۔

پیشانی پہ پسینہ پھوٹ پڑا تھا اور ٹانگوں سے جیسے جان نکلی تھی۔

"آریو اوکے؟ تم زخمی تو نہیں ہو۔" کوئی اسکے سامنے کھڑا تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

نیا نے زور سے آنکھیں میچی تھیں جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کے کرتا تھا۔

"یہ لڑکی مقامی تو نہیں تھی تو پھر یہاں کیسے آگئی؟" ضامن نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

گندمی رنگت، تیکھے نقوش سے سجاوہ چہرہ شبنم میں بیگنا سا تھا۔ مخروطی ہاتھ سرمئی چادر کو مضبوطی سے جکڑے ہوئے تھا۔

"یا اللہ! پلیز مجھے بچالینا۔" نیا نے بائیں ہاتھ کی مٹھی مٹی سے بھرتے ہوئے دعا مانگی تھی۔

فی الوقت کچھ بھی اوپر نیچے ہونے کی صورت میں وہ اپنا تحفظ ایسے ہی کر سکتی تھی۔

"مس! آپ یہاں کیا مراقبہ کرنے بیٹھی ہیں؟" اسے ہنوز یوں آنکھیں موندے دیکھ کے ضامن کا پارہ چڑھا تھا۔

آنکھیں بند کر لینے سے بلی نے کونسا چلے جانا تھا۔

"ضامن! وہاں تو کوئی نہیں ہے۔ ارے! یہ لڑکی تو یہاں ہے۔ کون ہے یہ؟" ہارون پھولی پھولی سانسوں کے ساتھ اسکی جانب آتے ہوئے

پوچھ رہا تھا۔

"پھولن دیوی!" ضامن نے اب کی بار کوئی لحاظ نہیں رکھا تھا۔ کب سے تو پکار رہا تھا وہ اس لڑکی کو پر محترمہ آنکھیں کھولنے کا نام ہی نہیں لے

رہی تھیں۔

"یہ کوئی مذاق کا وقت ہے یا۔ اسے لگی تو نہیں کہیں۔" ہارون ماسنڈ کر گیا تھا۔

"ضامن جہاں داد کی گولیاں انسانوں کیلئے نہیں بنیں۔" وہ اتنی دیر میں جانچ چکا تھا کہ لڑکی صرف خوفزدہ ہے، گھائل نہیں ہے۔

"تم دونوں خود ہو گے چھانگاما نگا کے جانشین، بڑے آئے مجھے پھولن دیوی کہنے والے۔" تھی تو آخر کو وہ بھی فاری کی بہن، پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے کرار اساجواب دیا تھا۔

آنکھیں کھولنا ضروری ہو گیا تھا۔ آخر دیکھے تو سہی کون تھا یہ ضامن جہاں داد جس کی گولیاں انسانوں کیلئے نہیں بنی تھیں۔

"آپ مقامی نہیں ہیں نہ؟" ہارون نے کنفرمیشن چاہی تھی۔ خال و خد کے ساتھ ساتھ لڑکی کا انداز گفتگو بھی مختلف تھا۔

"یہ صرف بد تمیز ہیں۔" ضامن اسکے چھانگاما نگا کے حوالے پہ یقینا مائنڈ کر گیا تھا۔

"یہ اس بد تمیزی سے تو کم ہی ہے نہ کہ بندہ یوں گولیاں برساتا پھرے۔ آخر اتنے ننھے پرندوں سے کس کے خزانے بھرتے ہیں۔" نیانے گھائل پرندوں کی جانب اشارہ کیا تھا۔

اس کے لہجے میں افسوس تھا۔ ضامن نے اسکے اشارے کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ واقعی ان پرندوں سے اب کس کا خزانہ بھرنا تھا۔

"جب تک ہم دوسرے بندے کی جگہ پہ نہ کھڑے ہوں اسکے فعل کو نہیں سمجھ سکتے۔ اپنی ہاؤ! آپ یہاں تک کیسے آئیں؟" ضامن کے انداز میں اب پہلے والی تیزی نہیں تھی۔

"میں اپنی کزنز کے ساتھ آئی تھی۔"

"کزنز!" ضامن نے کزنز کے حوالے پہ چونک کے ہارون کو دیکھا تھا۔

اس طرف کزنز نام کی نعمت انکے گھرانے کو ہی کثرت سے میسر تھی۔

"آپ کوثر چچی کی بھتیجی ہیں نہ؟" ہارون نے تصدیق چاہی تھی۔

"آپ کو کیسے معلوم؟" نیانے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا کوثر چچی کی بھتیجی ہونا مشہور ہونے کی دلیل تھا؟

"میں انکا بھتیجا ہوں بلکہ یہ ضامن بھی۔ آئیں ہم آپ کو گھر واپس لے چلیں۔ چلیں نہ ضامن۔" ہارون نے گرم جوشی سے آفر کی تھی۔

"یہ پریشہ نہیں سدھرے گی نہ۔" ضامن اسکی بات کا جواب دیئے بنا جیب سے سیل فون نکالنے لگا تھا۔

وہ سیکنڈز میں گھر کے بھیدی کو بھانپ گیا تھا جس نے یہ لٹکا ڈھائی تھی۔

"جہاں بھی ہو فوراً گھر پہنچو، میں دس منٹ میں آرہا ہوں۔" بنا کسی سلام دعا کے ضامن نے اتنا کہہ کے فون واپس رکھا تھا۔

"لیٹس گو!" ضامن ایک سنجیدہ سی نگاہ دونوں پہ ڈالتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"ایک منٹ! آپ کا آئی ڈی کارڈ تو ہو گا نہ آپ کے پاس۔" نیا جوانکے ساتھ جانے میں متامل تھی کچھ سوچ کے بولی تھی۔

"کیوں؟" ضامن کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

"آپ دونوں میں سے کوئی ایک دکھا دے۔" وہ اپنی ہی کہہ رہی تھی۔ انکی سنی جو نہیں تھی۔

"مسئلہ کیا ہے بی بی؟ ہماری پیشانی کیا کنڈابوں کی پیشانی معلوم ہو رہی ہے۔ آپ ہماری مہمان ہیں اس لئے آپ کو اتنی عزت دے رہے ہیں ورنہ ہمیں کوئی خواب نہیں آیا تھا کہ آپ کو ٹرچگی کی بھتیجی ہیں۔" ضامن پتھر یلے لہجے میں بولا تھا۔

حد تھی بے اعتباری کی بھی!

"دیکھیں! بات یہ نہیں ہے۔ یہ کوئی کراچی جتنا بڑا شہر تو ہے نہیں جہاں کسی اجنبی کی آمد کا معلوم ہی نہ ہو۔ جہاں آبادی کم ہو وہاں اجنبی دور سے ہی پہچان لئے جاتے ہیں اور انکے شجرہ نسب کھنگال لئے جاتے ہیں۔" نیابائیں ہاتھ کی مٹھی پہ زور ڈالتے ہوئے بولی تھی۔ اسکی دلیل اپنی جگہ اتنی مستحکم تھی کہ ضامن کو قائل ہونا ہی پڑا تھا۔

ہارون کو اشارہ کر کے وہ خود آگے بڑھ گیا تھا۔

"چچی سے بات کر لیں۔" ہارون نے فون اسکی جانب بڑھایا تھا۔

"نیا! اس سے پہلے عبداللہ کو کچھ بھی پتا چلے تم جلدی سے گھر آ جاؤ۔ ضامن پہ بھروسہ کرو۔" کوثر پھپھو عجلت میں فکر مندی سے کہہ رہی تھیں۔

یعنی کہ اسکی گمشدگی کی خبر اب تک پھپھو کے سسرال میں پہنچ چکی تھی۔ اب مزید کسی بات کی گنجائش رہی نہیں تھی سو نیا نے انکو تسلی دیتے ہوئے فون بند کیا تھا۔

کوئی نیکی تھی جو اس ویرانے میں اللہ نے رحمت کا فرشتہ بنا کے ضامن جہانداد کو بھیجا تھا۔

"مجھے کچھ کام ہے، میں ساتھ نہیں جاؤں گا۔" ہارون نے اسکی رہنمائی سیاہ پردے پر اڈو تک کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"تو میں ہی جاؤں گی بس۔" نیا ہونق ہوئی تھی۔

"کیا کریں سس مجبوری ہے۔ ضامن آپ کو گھر تک ڈراپ کر دے گا۔ ڈونٹ وری!" ہارون کو معلوم تھا گھر جا کے اچھا خاصا تماشا ہونا ہے سو وہ ابھی سے سائیڈ پہ ہو رہا تھا۔

نیا گہری سانس لیتے، چادر درست کرتی آگے بڑھی تھی۔ ضامن نے اسے آتا دیکھ کے فرنٹ ڈور کالاک کھولا تھا، یعنی اسکا نایاب عبداللہ کیلئے ڈرائیور بننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

نیا خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ ضامن نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے ایک نگاہ اس پہ ڈالی تھی جو مٹی سے اٹا ہاتھ چادر کے پلو سے رگڑتے ہوئے صاف کر رہی تھی۔

"سر کی چادر سے کبھی پیروں کی خاک کو صاف نہیں کرتے۔ لڑکیوں کی چادر شفاف ہی اچھی لگتی ہے۔" وہ نجانے کس رو میں کہتے ہوئے اپنا رومال اسکی جانب بڑھا گیا تھا۔

نیا نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ کشادہ پیشانی پہ سلوٹ ڈالے وہ سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے ڈرائیو کر رہا تھا۔

ابھی دیر ہی کتنی ہوئی تھی اس شخص سے ملے، کچھ عجیب سا تھا یہ شخص! پل پل روپ بدلتا ہوا۔ کچھ دیر قبل بیزار سا جھلایا ہوا ضامن جہانداد گو کہ ابھی بھی کوئی لطیفے نہیں سن رہا تھا پر ریزرو ہوتے ہوئے بھی وہ اسے مہمانوں والا پروٹوکول دینا نہیں بھولا تھا۔

نیا اجنبی جگہ پہ مزید کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی سو خاموشی سے رومال تھام لیا تھا۔

ضامن جہاں داد بھی پھر مزید جو کچھ بولا تھا وہ گھر جا کے ہی بولا تھا۔

اور نایاب عبد اللہ عرف نیا کو پہلی بار معلوم ہوا تھا کہ لفظوں کی گھن گھرج کیسے سوکھے پتے کی طرح لوگوں کا دل دہلاتی ہے۔

"آئی ایم سوری چچی۔ نیا پہلے تو ہمارے ساتھ تھی پھر نجانے کہاں چلی گئی۔" پریشہ پریشانی سے انگلیاں چٹختے ہوئے بولی تھی۔

سارا ایڈوینچر نیا کے غائب ہونے سے دھڑکے کا دھڑکا رہ گیا تھا۔ انکا ارادہ نیا کو ڈرانے کا تھا پر نیا نے خود انہیں غائب ہو کے ڈرا دیا تھا۔

"میں اپنے بھائی کو کیا جواب دوں گی؟ پریشہ! آخر تم بڑی کب ہو گی؟" کوثر شدید پریشان ہو چکی تھیں۔

ایک گھنٹہ ہو چکا تھا نیا کو غائب ہوئے اس سے پہلے کہ عبد اللہ صاحب بیدار ہو کے نیا کے بارے میں پوچھتے کوثر نے گھر کے مردوں کے علم میں بات لانے کا سوچا تھا۔

"پریشہ! اب میرے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے بیٹا۔" کوثر جانتی تھیں کہ پریشہ کی ٹھیک ٹھاک کلاس ہونے والی تھی۔

"چچی! ہارون بھائی کا فون ہے۔ آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔" رابعہ دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئی تھی۔

ہارون نے نیا سے بات کروائی تو کوثر کی جان میں جان آئی تھی۔

"شکر کرو کہ ضامن لالہ اور ہارون بھیا کو نیل گئی ورنہ آج تو تم گئی تھیں۔" رابعہ نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔

"کیا ضامن۔۔۔۔۔ لالہ کو نیل ملی ہے؟" پریشہ کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اس پورے گھر میں وہ اگر کسی سے ڈرتی تھی تو وہ ضامن جہانداد ہی تھا۔

"اس سے تو اچھا تھا کہ ابو اور چچا کو یہ سب پتا چل جاتا۔" پریشہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے اسے لگ رہا تھا کہ وہ بچ گئی ہے پر اب اسے لگ رہا تھا کہ بچنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔

"دائم! دائم کے بچے۔" فاری دھاڑ سے دروازہ کھولتے ہوئے اسکے کمرے میں آئی تھی جو چہرے پہ فیس پیک لگائے، آنکھوں پہ کھیرے کے قتلے دھرے اطمینان سے نیم دراز تھا۔

فاری کی آمد سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اب ماسک لگا کے بات کون کرتا، آخر کو بیوٹی کا نشس تھا۔

"دائم! کیا منہ پیلا کئے لیٹے ہو۔ اٹھو صبا کے گھر سے میرے نوٹس لے آؤ۔" فاری نے اسکا شانہ جھنجھوڑا تھا۔

"منہ کالا کرنے سے بہتر ہے بندہ منہ پیلا کر لے۔ خاصا خوبصورت لگتا ہے۔" دائم نے آنکھوں سے کھیرے کے قتلے ہٹاتے ہوئے مزے سے کہا۔

"او مسٹر خوش فہم! اس سے پہلے اماں تمہارا پیلا منہ اپنے تھپڑوں سے لال کریں جاؤ جا کے منہ دھو آؤ۔ شرم نہیں آتی انکا فیس پیک چراتے ہوئے۔" فاری نے زوردار آواز میں اسے غیرت دلائی تھی۔

اب دائم کو غیرت بھلے سے نہ آئی ہو پر اندر آتی آسیہ کو جلال ٹھیک ٹھاک آیا تھا۔

"وے ڈنگراں! میرا فیس پیک! عید کیلئے سنبھال کے رکھا تھا۔" آسیہ نے دہائی اور ٹھکائی دونوں ہی ساتھ کی تھیں۔

"اماں! مینوں ڈنگر نہ آکھیا کر۔" تھپڑ کھا کے دائم کے سر پہنجابی چڑھی تھی۔

"نہ تو کیا بل گیٹس کہوں، ایڈا تو رومن رینج۔ جب دیکھو دو نمبریاں کرتا رہتا ہے۔ اب پاکٹ منی سے کاٹوں گی فیس پیک کے پیسے اور نگر والے پارلر سے عید پہ فیشنل کرواؤں گی۔" آسیہ نے ٹکا کے اسکی عزت افزائی کرتے ہوئے پلان بھی بتایا۔

"سچ اماں! میں بھی چلوں گا ساتھ۔" دائم جوش سے کہتے ہوئے اٹھا تھا۔

"نہ میرا پتر فکر کی کوئی ضرورت نہیں، ترا فیشنل تو ابھی میں کرتی ہوں۔" آسیہ نے جھک کے اپنی چپل اٹھائی تھی۔

فاری نے منہ پھیر کے ہنسی ضبط کی تھی۔

"اماں!" دائم اچھل کے بیڈ سے اتر اٹھا۔

"اماں! اسے کہیں صبا کے گھر سے میرے نوٹس لاکے دے۔" اسے بھاگتے دیکھ کے فاری نے دہائی دی تھی۔

"میں نہیں جاؤں گا، لوڈ والی صبا باجی کے گھر۔ جب بھی جاؤ بیلنس ہی ڈلواتی رہتی ہیں۔" دائم نے صاف انکار کیا تھا۔

"ہاں تو کونسا تمہاری جیب سے ڈلواتی ہے۔ پیسے دیتی ہے نہ۔" فاری نے دوست کا دفاع کیا۔

"ہاں! بہت پیسے دیتی ہیں۔ سو کا بیلنس ڈلوانا ہو تو پچھتر روپے دے کے کہتی ہیں دائم گرمی بہت تھی تو پچیس روپے کی میں نے آئس کریم کھا

لی۔ میرے پیارے بھائی باقی پیسے تم ملا لینا۔" دائم نے جلتے بھنتے انداز میں صبا کی نقل اتاری تھی۔

"ہاں تو بعد میں واپس کر دے گی نہ۔" فاری جزبہ ہو کے بولی۔

"کب؟ انکی کل کو کونسا بل گیٹس کے بھتیجے سے شادی ہونی۔ آئے گا صادق آباد سے انکی پھپھی کا ہی بیٹا بیٹا ہے۔ دل تو کرتا ہے صبا باجی کا نمبر

سب میں بانٹ دوں۔" دائم کو ساری خبریں تھیں اس سے پہلے وہ مزید گل فشانہ کرتا آئیہ کی چپل نے ایک بار پھر کامیابی سے اسکی کمر کا نشانہ

لیا۔

"ایسے غیرت سے عاری کام کئے نہ تو یہ جو کھا کھا کے کمر کمرہ ہو رہی ہے نہ میں نے توڑ دینی ہے۔ شرم نہیں آتی، خود کی بھی دو بہنیں

ہیں۔" آئیہ کو جلال آیا تھا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

"نہ یہاں کوئی کپل شرما کا شو چل رہا ہے یا عمر شریف تیرا آڈیشن لے رہا ہے۔ دوبارہ ایسی بات کی تو۔۔۔" آئیہ نے غصے میں بات ادھوری

چھوڑی۔

"ہاں! پتہ ہے اماں، آپ نے سلطان راہی کا زنا نہ ایڈیشن ایجاد کرنے میں سیکنڈ نہیں لگانا۔ صبا باجی کا نمبر اب سے میں فریم کروا کے رکھوں

گا۔ میرے باپ کی توبہ!" دائم بڑبڑاتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔

"نہ تو کھڑی میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے۔ جا کے ہانڈی چڑھا اور افطار کی تیاری کر۔" دائم کے حصے کا غصہ بھی فاری پہ اتر ا تھا۔

"اماں! پھر تو تڑاخ۔" فاری نے منہ بنایا۔ ابا گھر پہ نہیں تھے تو اماں پوری آزادی سے تو تڑاخ کا استعمال کر رہی تھیں کونسا ابا نے سن لینا تھا۔

"جارہی ہے یا چپل اٹھاؤں، بڑی آئی لکھنؤ کی نواب۔" آسیہ نے جھلا کے کہا تھا۔

"نیا آپنی کو بھیج کے اچھا نہیں کیا اماں۔" فاری پیر پٹختے ہوئے باہر نکل گئی تھی۔

"میری نیا! اللہ میری بچی کے نصیب کھول دے۔" آسیہ نے شدت سے دعا کی تھی۔

دعا میں شدت ہو تو اسکی پرواز بھی اسی شدت سے آسمانوں تک ہوتی ہے۔

ضامن جہاندار جس وقت نیا کو لے کے گھر پہنچا۔ عصر کی اذانیں ہو چکی تھیں۔ گاڑی پورچ میں روک کے نیا کے اترنے کا انتظار کئے بنا ہی وہ گاڑی سے اتر چکا تھا اور اب تیزی سے داخلی حصے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"ضامن لالہ! آپ آگئے۔" رابعہ نے ہی اسے سب سے پہلے دیکھا تو زوردار آواز میں پوچھا تھا۔ مقصد صاف تھا، پریشے کو ضامن کی آمد کی اطلاع دینی تھی۔

"یہ جسے اتنا چیخ چیخ کے میرے آنے کی اطلاع دے رہی ہو۔ اب جاؤ اور اسے بلا کے لے کے آؤ ابھی۔" ضامن نے اسکی ہوشیاری فوراً ہی پکڑی تھی۔

"لالہ! وہ۔۔۔۔"

"میں نے کیا کہا ہے؟ سنائی دیتا ہے یا سماعتوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔" ضامن نے درشتی سے پوچھا تھا۔

"سوری لالہ!" رابعہ نے عافیت اسی میں سمجھی کہ جتنی جلدی ہو سکے پریشے کو بلا لے تاکہ وہی اپنے حصے کی ڈانٹ مکمل کھائے۔

نیا جس وقت لاؤنج میں پہنچی ضامن جہاں داد پریشہ کو ٹھیک ٹھاک سناچکا تھا۔ کوثر پھپھو اپنی جھٹانی اور دیورانی کے ہمراہ صوفے پہ بیٹھی ہوئی تھیں باقی لڑکیاں خاموشی سے ایک کونے میں کھڑی تھیں۔ صرف پریشہ ہی ضامن کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔

"سوری لالہ! ویری سوری۔" پریشہ کے پھولے پھولے گالوں پہ موٹے موٹے قطرے پھسل رہے تھے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" نیانے حیرت سے سامنے کا منظر دیکھا تھا۔

"ابھی ضامن لالہ کی بات میں تمہیں اپنا جواب مل جائے گا۔" مہوش نے تسلی دی تھی۔

"تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ وہ لڑکی ہے، مہمان ہے ہماری! یعنی اسکی دگنی عزت کرنا فرض ہے پر تم نے کیا کیا؟ لے جا کے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا۔ میں پوچھتا ہوں کچھ الٹا سیدھا ہو جاتا تو؟ تم اب مجھے باغ میں جاتی ہوئی نظر نہ آؤ۔ سمجھیں! "ضامن درشتی سے اسے ڈانٹتے ہوئے وارنگ بھی دی تھی۔

"میری وجہ سے یہ تماشہ ہو رہا ہے۔" نیال کاٹ کے رہ گئی تھی۔ اسے یہ سب بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔

"غلطی پریشہ نے کی ہے تو غلطی مجھ سے بھی ہوئی ہے۔" نیا کو گلٹی فیل ہوا تھا۔

وہ کچھ سوچ کے آگے بڑھی تھی جب مہوش نے اسکا ہاتھ تھام کے روکا تھا۔

"پلیز! تم کوئی تقریر مت کرنا ورنہ یہ طوفان ایک گھنٹہ مزید جاری رہے گا۔"

"لیکن۔۔۔!" نیانے پلٹ کے پریشہ کو دیکھا جواب اپنے گیلے گال صاف کر رہی تھی پر آنسو اسی روانی کے ساتھ اب بھی بہہ رہے تھے۔

"اور آپ خواتین ان لڑکیوں کو ہر وقت جانے مت دیا کیجئے۔ نجانے ایڈونچر کے نام پہ کیا کیا کرتی پھرتی ہیں۔" ضامن اب ان سب کی جانب متوجہ تھا۔

"بیٹا! روزہ تھاسب کا، سیر کے بہانے وقت گزر جاتا انکا۔" پریشہ کی امی نے محتاط انداز میں دفاع کیا تھا۔

"ہو گیا پھر ٹائم پاس!" ضامن کی پیشانی پہ ایک بل مزید پڑا تھا۔

"ضامن بیٹا! تمہارے چچا پوچھ رہے تھے تمہیں، ان سے مل آؤ۔" کوثر چچی نے قدرے سبھاؤ سے اسکا دھیان بٹایا تھا۔

"جی!" ضامن ایک کیٹلی نگاہ پریشہ پہ ڈالتا آگے بڑھا تھا۔

"کیا تھا یہ؟" نیا نے اس کے جانے کے بعد حیرت سے پوچھا تھا۔

"ضامن ذرا غصے کا تیز ہے پر ذمہ دار بہت ہے، اس لئے چاہتا ہے کہ ہر کوئی اپنی ذمہ داری اچھے سے نبھائے پر یہ لڑکیاں۔۔۔۔" کوثر نے ٹھنڈی آہ بھر کے بات ادھوری چھوڑی تھی۔

"پریشہ کا اتنا بھی قصور نہیں تھا پھپھو جتنی اسے ڈانٹ پڑ گئی میری وجہ سے۔" نیا داس ہو گئی تھی۔

"ارے چھوڑو بیٹا اسکا تو علاج ہے ورنہ یہ لڑکی تو ہر وقت کد کڑے لگاتے ہوئے آفتوں کا جہاں آباد رکھتی ہے۔" پریشہ کی امی نے ذرا جواثر لیا ہو۔

نیا نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔ کیسی ماں تھیں یہ، ابھی اگر یہی سب آسیہ کے سامنے ضامن نے اسے کہا ہو تا تو آسیہ نے قیامت ہی اٹھا دینی تھی اور یہاں پریشہ کی اماں کیلئے روای چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

"بن ماں باپ کے بچے دوسروں کی اولادوں پہ اپنی فرسٹریشن یو نہی نکالتے ہیں۔ ڈونٹ وری!" کوثر کے ساتھ بیٹھیں سپاٹ چہرے کی حامل خاتون نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔

"بری بات ساحرہ۔ ابھی شاہ تاج آپا نے سن لیا تو خیر نہیں ہوگی۔" پریشہ کی امی مہناز نے فوراً دیورانی کوٹو کا تھا۔

"ہو نہہ! افطار کا وقت ہونے کو ہے اور افطار میں یقیناً ضامن جہاں داد کا غصہ کسی کے حلق سے نہیں اترنا۔" اسی ٹھنڈے پن سے کہتے ہوئے ساحرہ اپنی نشست سے اٹھ گئی تھیں۔

نیا کو وہ خاتون ذرا بھی پسند نہیں آئی تھیں۔

"میں یہاں دو ماہ کیسے رہوں گی؟" نیا کے سر میں سوچ کے ہی درد ہو چکا تھا۔

سفید سنگ مرمر کی اس حویلی میں شاہ تاج بیگم کے ساتھ انکے تین بھائی بھی آباد تھے۔ سب سے بڑے بھائی جہان داد اور انکی بیگم کا ایک حادثے میں انتقال ہو چکا تھا۔ ضامن جہان داد انکی ہی اولاد تھا۔

دوسرے نمبر پہ رحیم داد تھے جن کے چار بچے ہارون، زینب، عمر اور پریشہ تھے پھر مہر داد تھے جن کی بیگم نیا کی پھپھو کوثر تھیں۔ فارس انکی اکلوتی اولاد تھا۔ چوتھے نمبر پہ کرم داد تھے جن کی بیگم ساحرہ تھیں۔ انکی دو بیٹیاں مہوش، ملاحت اور بیٹا زیان تھے۔

مختلف مزاج کے حامل لوگ ایک ہی چھت تلے سالوں سے اگر نباہ کر رہے تھے تو اس میں کمال شاہ تاج بیگم کا تھا جنہیں سب بڑی پھپھو کہتے تھے۔

ضامن کو انہوں نے ہی پالا تھا۔ اس حویلی کی ڈوریں سالوں سے بڑی پھپھو چلا رہی تھیں اور یہ ہنر ضامن جہاں داد کو بھی انہوں نے سکھادیا تھا اور یہ سیکھ اس حویلی میں رہنے والے کچھ لوگوں کی آنکھ میں بری طرح سے کھٹک رہی تھی۔

اب اس کھٹک کی بھنک دوسروں کو کب لگنی تھی اسکا وقت ابھی دور تھا۔

افطاری کا انتظام ہال کمرے میں تھا۔ دو طویل فرشی دسترخوان بچھائے گئے تھے۔ ایک طرف خواتین تھیں تو دوسری طرف مرد حضرات تھے۔ افطار پہ ہی نیا کی ملاقات شاہ تاج بیگم سے ہوئی تھی۔

بارعب اور خوبصورت نقوش کی حال شاہ تاج بیگم دیکھنے میں ہی با اصول معلوم ہوتی تھیں۔

"جیتی رہو!" اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہوں نے دعادی تھی۔

نیا باقی لڑکیوں کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ ابا دوسرے مردوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ نیا نے ایک نظر اس طرف ڈالی سب ہی موجود تھے سوائے ضامن جہان داد کے۔

"ضامن لالہ افطار پہ نہیں آئے۔" مہوش شاہ تاج بیگم کو بتا رہی تھی۔

"کیوں؟" شاہ تاج بیگم کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

مہوش نے اس کیوں پہ پریشہ کو دیکھا تھا جو پہلے ہی سر جھکائے بیٹھی اپنے ہاتھوں کو گھور رہی تھی۔

"وہ ڈیرے پہ ہی افطار کرے گا بڑی پھپھو۔" اس سے پہلے کوئی کچھ بولتا ہارون نے بات بنائی تھی۔

"جب بھی گھر میں کوئی ہنگامہ ہوتا ہے ضامن لالہ پھر گھر میں کچھ نہیں کھاتے۔" رابعہ نے سرگوشی کی تھی۔

نیا ایک گہری سانس لے کے رہ گئی تھی۔ کوئی رابعہ کو یہ بتاتا کہ اس پورے گھر میں ہنگامہ کرنے والا بھی تو وہی تھا نہ۔ نیا نے بوجھل دل کے ساتھ افطار کیا تھا۔

اس گھر میں پہلا دن ہی ایسا تھا تو باقی کے دن بھلا کیسے گزرنے تھے۔

زندگی اس پل نیا کو پہلے سے زیادہ مشکل لگی تھی۔

افطاری کے بعد نیا کی ملاقات فارس سے ہوئی تھی جو گاڑی کی چابی اٹھائے جانے کو تیار تھا۔

"کیسی ہو سسٹر؟" اسکا حال پوچھتے ہوئے وہ متانت سے مسکرایا تھا۔

"اچھی ہوں۔" نیا نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

یہ وہ شخص تھا جسے اسکی ماں نے کبھی نیا کے شریک سفر کے حوالے سے سوچا تھا پر ہر سوچ کی موج قسمت نہیں کرواتی۔

بات بس سلام دعائیک محدود رہتی آئی تھی۔ آج بھی یہیں تک محدود رہ گئی تھی۔

رات کے سائے مہر گڑھ کو گھیر رہے تھے۔ شہر قدیم نے متانت سے اندھیرے کو پذیرائی بخشی تھی۔ مٹی کی دیواروں کے حصار میں نارنجی مشعلیں روشن تھیں۔ سبز درخت کے پار آدھا چاند پورا روشن تھا۔

"آپ رات یہیں رہیں گے ضامن سرکار، انتظام کر دوں۔"

وہ جو کسی سوچ میں گم تھا خادم کی آواز پہ چونکا تھا۔

"ہوں!" بس سر ہلایا تھا۔ نہ واضح اقرار تھا اور نہ ہی انکار۔

"جی میری سرکار! فارس صاحب بھی رہیں گے کیا؟" فارس کی گاڑی آتے دیکھ کے خادم نے پوچھا تھا۔

"فارس کہاں سے آگیا یہاں؟" ضامن نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ آگئے جناب!" خادم نے گاڑی سے اترتے فارس کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ضامن! بڑی پھپھو نے بلایا ہے۔ چلو!" فارس نے ڈائریکٹ بات کی تھی۔

"میں مصروف ہوں۔" ضامن کا اب بھی وہی انداز تھا، ڈھکا چھپا انکار!

"ڈونٹ ٹیل می کہ تم سڑک چھاپ عاشقوں کی طرح چاند کو دیکھ کے آہیں بھر رہے ہو۔" فارس اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"تم جانتے ہو مجھے یہ مرض لاحق نہیں ہو سکتا۔" ضامن نے سر جھٹکا تھا۔

"کیوں؟ تم انسان ہو۔ تمہارا بھی تو دل ہے نہ۔"

"دل کا کام دھڑکنا ہوتا ہے اور وہ آل ریڈی اپنا کام کر رہا ہے۔"

"محبت سنگ ہو تو دھڑکنیں رواں رہتی ہیں۔" فارس کے پاس دلیل تیار تھی۔

"محبت ہے تو سہی۔" ضامن جہانِ آدمیوں سے ماورا تو نہ تھا۔

"میں اس محبت کی بات نہیں کر رہا۔ اٹس ٹائم ٹو میک ہوم ضامن، کوئی ایسا گھر میں ہونا چاہئے نہ جو آپ کیلئے سوچے، آپ کو سوچے۔ تم شادی کر لو ضامن۔" فارس متانت سے سمجھا رہا تھا۔

"تمہاری شادی ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ سب ہی شادی کر لیں۔ میں شادی کیوں کروں؟" ضامن قدرے بیزاری سے بولا تھا۔

"بیوی سے اچھا کوئی دوست، غمگسار نہیں ہوتا۔ انسان اللہ کے بعد اگر کسی پہ عیاں ہوتا ہے تو وہ شریک حیات ہی ہے۔" فارس نے ایک نگاہ اپنے اس کزن پہ ڈالی تھی جو اس پل سارے زمانے سے خفا لگتا تھا اور ایسے اسکے وجہہ چہرے کے ایک ایک نقش سے عیاں تھا۔

"تم رات کے اس پہر شادی مشن لے کے آئے ہو؟" ضامن نے پیشانی پہ بل ڈال کے پوچھا تھا۔

"آیا تو میں تمہیں لینے ہوں۔ یہ جو تم ذرا سی بات پہ منہ سو جا کے گھر سے آ جاتے ہو نہ اب اس عادت کو چھوڑ دو اور ایسا تب ہی ہو گا جب تمہاری بیوی تمہارے ساتھ ہوگی۔ کم از کم تم اس کا تو خیال کر لو گے۔" فارس متانت سے کہہ رہا تھا۔

"تو تمہیں لگتا ہے کہ مجھے پھپھو اور باقی سب کا کوئی خیال نہیں ہے؟" ضامن نے چہتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"تو کیا ہے؟ اگر ہے تو پھر چلو میرے ساتھ۔" فارس کو اپنی بات منوانی آتی تھی یوں ہی تو وہ پسند کی شادی نہیں کر رہا تھا۔

"پھپھو کی میری زندگی میں بہت اہمیت ہے، یہ تم جانتے ہو۔ چلو اب۔" ضامن اسکی سات نسلوں پہ احسان کرتا ہوا اٹھا تھا۔

"تمہاری شادی تو اس بار کروانی ہی کروانی ہے ضامن جہانداد۔" فارس دل میں مصمم ارادہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اور کسی کا نہ سہی بیوی کا تو خیال کرے گا ضامن جہانداد، یہی سوچ کے فارس اسکی شادی پہ زور دے رہا تھا۔

بے رنگ سی ہے بڑی زندگی

کچھ رنگ تو بھروں

میں اپنی تنہائی کے واسطے

اب کچھ تو کروں

جب ملے تھوڑی فرصت

خود سے کر لے تو محبت

ڈرائیونگ کرتا فارس بار بار انہی لائنز کو ریو اسٹڈ کر رہا تھا۔ ضامن بچہ نہیں تھا جو اس کا مقصد نہ سمجھتا، پہلے پہل تو وہ نظر انداز کرتا رہا پر کب تک آخر کو اس کے غصے نے کہیں نہ کہیں جلوہ تو دکھانا تھا۔

"نہ تو میری زندگی بے رنگ ہے اور نہ ہی میں تنہا ہوں۔ مجھے شادی نام کی میسا کھی نہیں چاہئے اپنی زندگی میں، انڈراسٹینڈ!" وہ کہہ کے جھٹکے سے گاڑی سے اتر اٹھا۔

زوردار آواز کے ساتھ گاڑی کا دروازہ بند ہوا تھا۔

"بہت جلد تم شادی کو بیساکھی کے بجائے حقیقت سمجھو گے ضامن جہان داد۔ ایک اچھی سی لڑکی تمہیں سب سکھا دے گی۔" کسی اچھی لڑکی کو سوچتے ہوئے فارس کے چہرے پہ بڑی دلفریب مسکان تھی۔

"ضامن لالہ آگئے۔ ہوشیار!" ٹیرس سے نیچے جھانکتی رابعہ نے کزنز گروپ میں اپڈیٹ کی تھی۔ سب جلدی سے ادھر ادھر ہوئی تھیں۔ چنانچہ ضامن جب گھر میں داخل ہوا تو سناٹے نے ہی اس کا استقبال کیا تھا۔

نیم تاریکی میں ڈوبلاؤنچ آج خاموش تھا۔ پھپھو کے کمرے میں جہانکا تو شاہ تاج بیگم عبادت میں مشغول تھیں۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلا آیا تھا۔

چڑیوں کی چہکار سے گونجتے گھر میں اس وقت سناٹے کی حکومت تھی اور یہ سناٹا اس کے بیڈروم کی ہر دیوار سے لپٹا ہوا تھا۔

ضامن جہان داد کو پہلی بار تنہائی نے اپنا جلوہ دکھایا تھا۔ خالی خالی! پھیکا پن اور یہ تنہائی۔

وہ خاموشی سے چلتا ہوا بیڈ تک آیا تھا۔

بے رنگ سی ہے بڑی زندگی

کچھ رنگ تو بھروں

میں اپنی تنہائی کے واسطے

کچھ تو کروں

تھوڑی دیر پہلے کے سنے گئے بول ذہن کے درپے پہ دستک دینے لگے تھے۔

"کوئی آپ کا انتظار کر رہا ہے، یہ احساس اتنا خوبصورت ہوتا ہے کہ قدم خود بخود گھر کی جانب اٹھتے ہیں۔" تھوڑی دیر پہلے کہی گئی فارس نے ذہن کے درپے پہ دستک تھی۔

"یہاں میرا انتظار کرنے والا کوئی نہیں۔" ضامن پیشانی مسلتے ہوئے بیڈ پہ نیم دراز ہوا تھا۔

اندھیرا اور گھٹن دونوں بڑھتے جا رہے تھے۔

"شادی کر لو ضامن، زندگی خوبصورت ہو جائے گی۔" فارس کی باتیں اسکے آس پاس تھیں۔

"ضامن جہاندا کو اگر رشتے اس آتے تو پرانے رشتے نہ چھوڑتے۔" اس پل اماں ابا کی یاد شدت سے آئی تھی۔

ضامن جہاندا کے سر میں شدید درد اٹھا تھا۔

مُصروف و فاتحہ خود سے ملتا نہیں تھا میں

وہ سائے ہوئے پھر ملتا نہیں تھا میں

بس کُن کہا کسی نے اور میں عیاں ہوا

اک بھید کی طرح تھا گھلتا نہیں تھا میں

وہ بہت چھوٹا بھی تو نہیں تھا جب اماں ابا کا انتقال ہوا تھا۔

"انتقال!" ایک زہر خند مسکراہٹ ضامن کے چہرے پہ پھیلی تھی۔ ضامن کے والدین کا قتل ہوا تھا پر یہ بات ضامن کو کسی نے نہیں بتائی تھی۔

یہ بات ضامن کو اس دن معلوم ہوئی تھی جس دن اماں ابا کے قاتل کیفر کردار تک پہنچے تھے۔ جہان داد صاحب پیشے کے اعتبار سے وکیل تھے، ایک ایماندار وکیل جسے کوئی خرید نہ سکے اور جن کو خرید انہیں جاسکتا انہیں یونہی حادثات میں قتل کر دیا جاتا ہے۔

وہ اماں ابا کے بعد ویسے ہی خاموش رہنے لگا تھا مزید خاموشی اس آگاہی نے بخش دی تھی۔

زندگی میں لطافتوں کا موسم بھی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ بات ضامن جہان داد کیلئے ہر گز اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

ماضی ہمیشہ اسکے دکھ کو بڑھاتا تھا۔ ضامن کو لگتا تھا کہ اسکا سر پھٹ جائے گا۔ رگوں میں خون ابلنے لگتا تھا۔ اب تو اماں ابا کے قاتل بھی زندہ نہ تھے کہ ان سے انتقام ہی اسے سکون بخشا۔

مانیگرین جب حد بڑھتا تو وہ میڈیسن لے لیتا تھا جو بیڈ کی سائیڈ دراز میں ہر وقت موجود رہتی تھی۔

دکھتے سر کو انگلی سے مسلتے ہوئے اس نے سائیڈ لیمپ روشن کیا تھا۔ میڈیسن نکالتے ہوئے اسکی نظر ٹیبل کی سطح پہ پڑی تھی۔

وہ چونکا تھا۔

"یہ رومال!" ضامن نے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پہ رومال رکھا تھا۔

کچھ گزرے پل یاد کے کینوس پہ بکھرے تھے۔

خشک پتوں پہ کسی کا ہرنی کی مانند خوفزدہ ہو کے بھاگنا۔

اور پھر اگلے ہی پل !

کسی بے خوف شیرنی کی طرح ڈٹ کے مقابلہ کرنا۔

سر مئی چادر کے ہالے میں، بھیگا بھیگا سا وہ ملاحت بھرا چہرہ۔

اور !

اسکا مخروطی ہاتھوں سے سر مئی چادر کو مضبوطی سے تھامنا۔

پھر !

ضامن کا اسے رومال دینا۔

"یہ تو میں نے اسے دیا تھا نہ، پھر یہاں کیسے؟" ضامن حیران ہوا تھا۔

وہ رومال صاف ستھرا، بے داغ ہو کے اب ایک بار پھر سے ضامن جہانداد کی دسترس میں تھا۔

دن کے دوسرے پہر میں یہ رومال صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا پر رات کے اس پہر اس ٹکڑے سے کوئی احساس بھی جڑا تھا۔

ضامن نے ہولے سے مٹھی میں اس رومال کو مقید کیا تھا۔

بے رنگ سی ہے بڑی زندگی

کچھ تو کروں

میں اب اپنی تنہائی کے واسطے

کچھ تو کروں

دل ایک بار پھر سے یہی گردان کرنے لگا تھا۔

ابا چلے گئے تھے۔ نیا پھپھو کے ساتھ واپس انکے پورشن میں آگئی تھی۔ پورے گھر میں اگر کوئی سب سے پرسکون گوشہ تھا تو وہ کوثر پھپھو کا ہی پورشن تھا۔ نیا نے یہ بات ان سے کہہ بھی دی تھی جسے سن کر کوثر ہنسنے لگی تھیں۔

"لگتا ہے نیا جی کو ضامن لالہ کے پورشن کی سیر کروانی پڑے گی۔ جہاں سب سے زیادہ سکون ہوتا ہے ان فیکٹ وہاں سکون سے زیادہ الو بولتے ہیں۔" پریشہ ہاتھ میں ٹرے اٹھائے پھر وارد ہوئی تھی۔

"بری بات ایسے نہیں کہتے بیٹا۔" کوثر نے ٹوکا تھا۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں پھپھو۔ ایک تو ضامن لالہ شادی بھی تو نہیں کرتے ورنہ اسی بہانے انکی زندگی اور پورشن دونوں میں رونق ہو جاتی۔" پریشہ اب ٹرے ٹیبل پہ رکھ رہی تھی۔

"میری تو کوئی بیٹی ہے نہیں اور تم سب کے رشتے ہو چکے ہیں اور باقیوں کیلئے کبھی شاہ تاج آپا نہیں مانتیں تو کبھی ضامن نہیں مانتا۔" کوثر نے تاویل پیش کی۔

"بیٹی نہیں ہے تو کیا ہوا بھتیجی تو ہے۔ ان سے کروادیں۔" پریشہ ابرو اچکاتے ہوئے نیا کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لا پرواہی سے بولی تھی۔

نیا کے پورے وجود میں سنسناہٹ دوڑ گئی تھی۔ وجود کا سارا لہو جیسے چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔

"پریشہ! بیٹا سوچ سمجھ کے بولا کرو۔ جاؤ جا کے آرام کرو نہیں تو سحری میں آنکھ نہیں کھلے گی۔" کوثر نے نیا کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے اسے ٹوکا تھا۔

"میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔" پریشہ کاندھے جھٹکتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی۔

"تم پریشہ کی بات دل پہ مت لینا اسے عادت ہے پرکا کو ابنانے کی، تم ریلکس رہو۔ دیکھا تو ہے تم نے ضامن کو، کچھ الگ ہی مزاج کا ہے۔ کون پڑے گا اسکے چکر میں۔" کوثر نے اسے تسلی دی تھی۔

"مجھے ایسا کوئی شوق نہیں پھپھو، آپ فکر نہ کیجئے میں یہاں آپ کی مدد کیلئے آئی ہوں، اپنے لئے برڈھونڈنے نہیں۔" نیا بے حد سنجیدگی سے صاف گوانداز میں بولی تھی۔

پھپھو کو کیا لگ رہا تھا کہ وہ انکی برابری کرنے آئی ہے، اگر ایسا تھا نیا نے انہیں کلیر کر دیا تھا۔

کوثر نے حیرت سے بھتیجی کا دو ٹوک انداز دیکھا تھا۔

"ہاں! کل سے شاپنگ شروع کریں گے۔ ابھی تم جا کے سو جاؤ یہاں سحری جلدی ہوتی ہے۔" حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے کہتے ہوئے وہ کھڑی ہوتے ہوئے بولی تھیں۔

"شب بخیر!" نیا اسی سنجیدگی کے ساتھ رخصت ہوئی تھی۔

کوثر بیگم نے دور جاتی نیا کو پر سوچ نظروں سے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

کلاسیک اردو حثیریل

میری رفوگری کی اک لمس سزانے

ورنہ کسی سلائی سے سلتا نہیں تھا میں

"کیا میرے کمرے میں وہ لڑکی خود آئی تھی؟" ضامن کی نگاہیں اب تک اس رومال پہ جمی تھیں اور ذہن میں بس ایک ہی سوال تھا۔

"کوئی اتنا بے تکلف کیسے ہو سکتا ہے۔ پر نہیں! شہری لڑکیاں عادتاً یا شاید فطرتاً ایسی ہوتی ہیں۔" اسکا ذہن تیزی سے کڑیاں جوڑ رہا تھا۔

"بڑی بیگم سحری کیلئے بلارہی ہیں لالہ۔" جمال جو اسکے کاموں کیلئے ہی مختص تھا، دروازے پہ دستک دے کے اندر آیا تھا۔

"جمال!" ضامن نے اسے پکارا تھا۔

"جی لالہ!"

"میرے کمرے میں کل کون آیا تھا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"کوئی نہیں جی!"

"آریوشیور؟" وہ خشک انداز میں بولا تھا۔

"کچھ کھو گیا ہے لالہ؟" جمال نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"نہیں مل گیا ہے، یہ رومال!" ضامن رومال لہرایا تھا۔

"یہ رومال! یہ تو کوثر باجی کے پورشن سے بلقیس لائی تھی۔ کہہ رہی تھی آپ کا ہے تو میں نے کمرے میں رکھ دیا۔" جمال ہنستے ہوئے بولا تھا۔

اسکے جواب کی دیر تھی کہ ضامن کو لگا اسکے اعصاب پہ سے ایک بوجھ اتر رہا ہے۔

"ٹھیک ہے! تم جاؤ۔" جمال کو جانے کا اشارہ کر کے وہ خود بھی کھڑا ہوا تھا۔

سحری کیلئے سب ہال کمرے میں جمع تھے۔ ضامن جہانداد اپنی تمام تر سنجیدگی کے ساتھ جو اسکی شخصیت کو مزید رعب دار بناتی تھی موجود تھا۔

"یہ میری کزن نیا ہے۔ جانتے تو ہو گے ہی۔" نیا کوثر کے ساتھ اندر آئی تو فارس نے اسے دیکھ کے ضامن کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

ضامن نے ایک نگاہ غلط اس پہ ڈالی تھی۔

سفید چادر کے ہالے میں نیا کے چہرے کے ایک ایک نقش میں جیسے سنجیدگی گھلی ہوئی تھی۔ وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ معلوم ہو رہی تھی۔

"کل تک تو یہ ٹھیک تھی اب کیا ہوا ہے؟" ضامن اس اجنبی لڑکی کو سوچ نہیں رہا تھا پر یہ سوال ذہن میں آگیا تھا۔

"تم کچھ کھایوں نہیں رہیں نیا، تمہاری پھپھو تم سے بہت کام کروانے والی ہیں۔ ٹھیک سے کھاؤ پیو۔" اسے یو نہی بیٹھے دیکھ کے شاہ تاج بیگم نے ٹوکا تھا۔

"تو ایک کام والی کی حیثیت سے پھپھو آپ نے میرا تعارف کروا رکھا ہے۔ یہاں سب مجھے آپ کی بھتیجی نہیں ایک ہیلپر کے طور پر لے رہے ہیں اور ہیلپر کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں جوڑتا۔" نیا نے تلخی سے صرف سوچا تھا۔

رات سے یہ دوسری منفی سوچ تھی جو اسکے ذہن میں آئی تھی۔ پھپھو کیلئے اسکے دل میں شکوہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"آپ یہ بھی تو کہہ سکتی تھیں نہ پھپھو کہ یہ میری بھتیجی کراچی سے شادی میں شرکت کرنے کیلئے آئی ہے۔" وہ پھپھو کے چہرے پہ نظریں جمائے سوچے گئی تھی جو اسکی شکوہ کناں نگاہوں سے بے نیاز اپنی دیورانی اور جھٹانی کے ساتھ مگن تھیں۔

اپنی سوچوں میں گم نیا یہ جان ہی نہیں سکی تھی کوئی خاموشی سے اسکی سوچوں کو پڑھنے میں مگن ہے۔

فجر کی اذان ہوئی تو نیا نماز ادا کر کے باغیچے میں آگئی تھی۔ دل اداس سا ہو رہا تھا۔

فاری اور دائم کی شوخیاں رہ رہ کے یاد آنے لگیں تو گھر کا مل ملائی تھی۔

"ہائے آپ! تم زندہ ہو۔" دائم نے ویڈیو کال ریسیو کرتے ہی چیخ ماری تھی۔

"کیا ہو گیا؟" نیا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ تو جاتے ساتھ ہی بڑا آدمی بن گئیں آپ، نہ کوئی فون نہ کوئی میسج۔" دائم نے شکوہ کیا۔

"اتنا ٹینشن زدہ دن تھا کہ میں کچھ کر ہی نہ سکی۔" نیا کی آنکھوں کے سامنے کل کے گزرے مناظر تازہ ہوئے تھے۔

"فاری کہاں ہے؟" نیا نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لاشیں ٹھکانے لگا رہی ہیں۔" دائم نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہیں! کیا؟" نیا ہونق ہوئی۔

"ویٹ!" دائم اپنی جگہ سے اٹھا۔

"ان سے ملنے یہ ہیں انتہائی درجے کی پھو ہڑڈش واشٹر مس فاری۔" دائم نے برتن دھوتی فاری پہ کیمرے کا فوکس کیا تھا۔

"تم خود پھو ہڑ، تمہاری ہونے والی بیوی مجھ سے زیادہ پھو ہڑ۔" فاری جو پہلے سے جلی بھنی تھی مزید پتی تھی۔

"اور تم سے زیادہ خوبصورت۔" دائم نے لہک کے کہا تھا۔

"ہوں! اونٹ کے منہ میں زیرہ۔" نے چڑ کے کہا۔

"ہاتھی کی دم پہ پاؤں کس نے رکھا۔ آپی آپ نے دیکھا؟" دائم چکنا گھڑا بنا ہوا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو نیا ان دونوں کی نوک جھوک پہ روک ٹوک کرتی پر اس وقت وہ دل کھول کے ہنسی تھی۔

اسکے گال نم ہوئے تھے، یہی تو وہ مس کر رہی تھی۔ یہ شوخیاں، یہ چہکاریں!

پرندوں کی چہکار کے سنگ نیا کی ہنسی نے باغیچے کی فضا میں ایک سماں باندھا تھا اور اس سماں کا فسوں نماز پڑھ کے واپس آتے ضامن جہان داد نے سے سب پہلے محسوس کیا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟" ضامن نے تحیر سے اسے دیکھا تھا جو ہنستے ہنستے گالوں پہ ٹھہری نمی ہاتھ سے صاف کر رہی تھی۔

بھگی آنکھوں سے اسکا مسکرا نا ایسا تھا جیسے جلتی دھوپ میں بادل برس جائیں۔

جو دشتِ ہجر میں بہتے سراب جیسا تھا

وہ میری رات کے پہلو میں خواب جیسا تھا

دھوپ چھاؤں کا ملن ایک ساتھ تھا۔ ضامن جہاند نے اس سے پہلے کبھی دھوپ اور چھاؤں کا تعلق اتنا مسحور کن نہیں دیکھا تھا۔

اس کو چھپا کر میں سب سے کبھی لے چلوں کہیں دور

آنکھوں کے پیالوں سے پیتار ہوں اسکے چہرے کا نور

نیا کے چہرے کو دیکھ کے پھر وہی دھن، وہی بول سماعتوں پہ دستک دینے لگے تھے۔

"لا حول ولا قوۃ! میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں۔" ضامن جہاند اہل کے رہ گیا تھا۔ نفس کا غلام تو وہ اتنا کبھی نہ رہا تھا۔

"فارس کی باتوں کو میں نے اپنے سر پہ سوار کر لیا ہے۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

"دامم! میں بعد میں بات کرتی ہوں۔" نیا کی نظر اس پہ پڑی تو سر سے ڈھلکتی چادر ٹھیک کرتے ہوئے کہا تھا۔

ضامن جہاند اد کی پیشانی پہ سلوٹ ابھری تھی۔

"یہ وقت مالی کے آنے کا ہوتا ہے۔ اسکے بعد آپ اپنا کامیڈی سرکس جاری رکھ سکتی ہیں۔" وہ کٹھور پن سے بولا تھا۔

تھوڑی دیر قبل جو خیال آیا تھا اسے سے دامن بچاتے بچاتے وہ کٹھور ہو چلا تھا۔

"اچھا! بتانے کا شکریہ۔" اگر وہ کٹھور پن کی آخری حد پہ تھا تو نیا سنجیدگی کے سارے ریکارڈ توڑنے کے درپہ تھی۔

وہ چہرہ جہاں کچھ دیر قبل کھکھلاہٹوں کا ایک جہاں آباد تھا اب وہاں سنجیدگی ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی۔

"کیا کسی لڑکی کے اتنے روپ بھی ہو سکتے ہیں؟" ضامن جہان داد نے سوچا تھا۔

منتظر رہنا مری جان بہار آنے تک

رنگ شاخوں سے گلابوں میں اتر جانے تک

دشتِ بے آب سے پوچھو کہ وہاں کے اشجار

کن مراحل سے گزرتے ہیں نمو پانے تک

چند لمحوں میں سبھی عکس نکھر آئیں گے

دھند کا راج ہے بس دھوپ نکل آنے تک



"ہاں! دائم بولو۔" نیا فون کان سے لگائے آگے بڑھ چکی تھی۔

"تو اسکی زندگی میں کوئی ایسا ہے جو اسکی مسکراہٹوں کا ضامن ہے۔" دور جاتی نیا کو دیکھ کے اس نے بے اختیار سوچا تھا۔

اور سوچا تو کسی اور نے بھی کچھ تھا۔

ایسی سوچ جس نے اس گھر میں بھونچال لانا تھا۔

"امی! یہ فارس کی کزن کا کیا نام ہے؟" زیان نے اپنی ماں کو مخاطب کیا تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" ساحرہ کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

"یہ اگلی وزیر اعظم ہو گی نہ اس لئے جنرل نانچ کیلئے پوچھ رہا ہوں۔" وہ کان کی لو مسلتے ہوئے بولا تھا۔

"زیان! مجھ سے اڑنے کی کوشش مت کیا کرو۔" ساحرہ نے تنبیہ کی تھی۔

"اور آپ مجھ سے اتنے لو ٹیسٹ کی امید مت رکھا کیجئے۔" تھا تو وہ بھی انکا ہی بیٹا۔

"تو اس لڑکی کا کیوں پوچھ رہے ہو؟" ساحرہ اب بھی مشکوک تھیں۔

"بڑی پھپھو آج سینٹر بنگش کے گھر جا رہی ہیں۔ انکی فارن کوالیفائیڈ بیٹی سے ملنے، معلوم ہے نہ کیوں؟" زیان کوئی دوسرا موضوع ہی چھیڑ دیا تھا۔

"اب یہ تم فارس کی کزن سے سینٹر بنگش کی بیٹی پہ کیوں آگئے؟" ساحرہ جھلا کے رہ گئی تھیں۔

"کیونکہ فارس کی کزن ضامن جہانداد کا گھر بسائے گی تو ہی سینٹر بنگش کی بیٹی آپ کی بہو کہلائے گی۔" زیان نے پیر جھلاتے ہوئے مزے سے کہا تھا۔

"اور یہ کیسے ہو گا؟" ساحرہ نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

بھلا ضامن جہانداد کب سے لڑکیوں میں دلچسپی لینے لگا تھا۔

"قدرت کا اشارہ سمجھیں اماں ڈیر۔ جنگل میں وہ لڑکی ملی کس کو؟"

"ضامن کو۔" ساحرہ نے جواب دیا۔

"ویری گڈ! اور ضامن جہانداد نے اپنا بیش قیمت رومال کس کو پیش کیا؟" زیان نے اسی انداز میں ایک اور سوال پوچھا تھا۔

"نیا کو!" بات اب کچھ کچھ ساحرہ کو سمجھ آرہی تھی۔

"فٹاسٹک ماں! اب کڑی سے کڑی جوڑیں اور اس کڑی کا سر اگھر کے ہر فرد کے ہاتھ میں تمہا دیں۔" زیان نے پلان بتایا تھا۔

"اور اگر ضامن نے انکار کر دیا تو؟" ساحرہ کو اسکی اڑیل فطرت کی خبر تھی۔

"اور شاہ تاج بیگم جیسی اصولوں پہ مٹنے والی خاتون ضامن جہانداد کو اس بات کی اجازت دیں گی؟ نہیں نہ!" زیان کے پلان میں کوئی سقم نہ تھا۔

"اور اگر اس نے انہیں منالیا تو؟ جیسے اب تک مناتا آیا ہے۔" ساحرہ کے سامنے حقائق تھے۔

اگھر کے سارے لڑکوں میں عمر میں بڑا تھا ضامن پر اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اب تک اکیلا تھا اور ساتھ کے لڑکے شادی کرنے جارہے تھے۔

"تو نہ کرے وہ اس سے شادی، ہمیں کیا۔ ضامن جہانداد پھر بھی اس قابل نہیں رہے گا کہ سینٹرنگش کی بیٹی کو بیاہ کے گھر لاسکے۔ سینٹر کی بیٹی کی شادی صرف مجھ سے ہوگی اور یہ شادی ترقی کا دروازہ ثابت ہوگی۔ آپ جانتی ہیں، سوٹرائے یور بیسٹ۔" زیان نے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تھی۔

"ڈونٹ وری سن۔" ساحرہ جانتی تھیں انہیں کیا کرنا ہے۔

کچھ لوگ ماہ مبارک کے تقدس سے ماورا ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں سے بڑا بد قسمت کوئی نہیں ہوتا ہے۔

آج چونکہ مارکیٹ جانا تھا سو نیا سحری کے بعد سوئی نہیں تھی۔ پرس اور چادر سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکلیں تو کوثر سچ دھج کے جانے کیلئے بالکل تیار کھڑی تھیں۔

"مارکیٹ ایسے جائیں گے؟" نیا نے انکی تیاری دیکھ کے تعجب سے پوچھا تھا۔

"ہم آج مارکیٹ نہیں جارہے۔ شاہ تاج آپا نے بلوایا ہے، ان کے ساتھ کہیں جانا ہے۔" کوثر نے اسے اپنی تیاری کی وجہ بتائی۔
 "اچھا!" نیا سر ہلاتے ہوئے پلٹی تھی۔

"مارکیٹ تو جانہیں پر نیا تمہیں ایک کام اور کرنا ہے۔"
 "جی کہئے!"

"ساحرہ اور ہارون کے ساتھ سومیہ کے گھر جانا ہے۔ اسکاناپ وغیرہ لے آنا۔ میں نے سوچا تھا پہلے ہم سومیہ کے گھر جائیں گے پھر وہاں سے سیدھا مارکیٹ پر ایسا ہو نہیں پایا۔ دن کم ہیں تو وقت ضائع نہیں کرنا، تم یہ کام کر لو گی نہ۔" کوثر نے تفصیل بتاتے بتاتے آخر میں پوچھا تھا۔
 "جی! فکر مت کیجئے۔" نیا نے انہیں مکمل تسلی دی تھی۔
 "ٹھیک ہے! پھر میں چلتی ہوں۔ ساحرہ آئے تو تم بھی چلی جانا۔" کوثر اسے کہتے ہوئے رخصت ہوئی تھیں۔

"امی آپ کو بلارہی ہیں نیا باجی، آجائیں۔" ملاحت تھوڑی ہی دیر میں اسے بلانے آگئی تھی۔
 نیا چادر درست کرتے ہوئے اسکی تقلید میں آگے بڑھی تھی۔ کاسنی رنگ کے پلین سوٹ کے ساتھ سرمئی چادر میں ملبوس، گندمی رنگت اور تیکھے نقوش کی حامل نیا کو ساحرہ نے پر سوچ نظروں سے دیکھا تھا۔
 نیا وہ لڑکی تھی جو انکی اگلی بساط کا پیادہ تھی۔
 "چلیں!" وہ ان سے مخاطب تھی۔

"ہاں! آجاؤ۔" ساحرہ نے قدم بڑھائے جبکہ نیا کے قدم سیاہ پر اڈو کو دیکھ کے ٹھہرے تھے۔
 "کیا ہوا؟" ساحرہ نے پلٹ کے پوچھا تھا۔

"ہارون بھائی نے ساتھ جانا تھا نہ۔" نیا ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے ضامن کو دیکھ کے بولی تھی۔

"ہارون کو کوئی ضروری کام تھا، ویسے بھی کیا فرق پڑتا ہے کہ ہارون ہو یا ضامن۔" ساحرہ نے سرسری لہجے میں کہا تھا۔

"ہاں! واقعی کیا فرق پڑتا ہے۔" نیا نے متفق ہوتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔

"آہ!" وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ساحرہ کی آہ نے اسے چونکایا تھا جو اپنا سر پکڑے کھڑی تھیں۔

"کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" نیا نے فکر مندی سے پوچھا تھا۔

ضامن بھی ڈرائیونگ سیٹ سے اتر کے انکے پاس آگیا تھا۔

"میرا بی بی شاید اوپر نیچے ہو رہا ہے۔" ساحرہ کمزور سی آواز میں بولی تھیں۔

"آپ ریٹ کیجئے، ہم پھر کبھی چلے جائیں گے۔" نیا نے فوراً پروگرام کینسل کیا تھا۔

"ارے نہیں! میں چلتی ہوں نہ، دن ہی کتنے رہ گئے ہیں شادی میں۔" ساحرہ مضحکہ مندی سے کہہ رہی تھیں۔

"چچی! آپ آرام کیجئے۔ ہم بڑی چچی کے ساتھ چلے جائیں گے۔" ضامن کا اشارہ ہارون کی امی کی جانب تھا۔

"وہ بھی آپا کے ساتھ گئی ہیں بیٹا۔" ساحرہ نے بتایا۔

"ٹھیک ہے! تو پھر ہم دونوں جا رہے ہیں۔ آپ آرام کیجئے۔ چلئے نایاب صاحبہ۔" ضامن نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔

نیا کی پیشانی پہ بل پڑے۔ اسے بھلا کہاں عادت تھی ان یک طرفہ فیصلوں کی۔

"آریو شیور بیٹا؟" ساحرہ نے تصدیق چاہی۔

"جی!" ضامن کا جواب یک لفظی تھا۔

"ٹھیک ہے! آرام سے جانا نیا، بے فکر ہو کے جاؤ۔ ضامن گھر کا ہی بچہ ہے۔" ساحرہ ملائمت سے اسے تسلی دے رہی تھیں۔

"معلوم ہے۔" نیا نے صرف سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا۔

"اسٹیپ ون تو کامیابی سے مکمل ہوا۔" ساحرہ نے نیا کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کے سوچا تھا۔

"آپ ہماری مہمان ہیں اور مہمان کو ہم خاندان کا حصہ سمجھتے ہیں۔" اسے بیک ڈور کی جانب متوجہ دیکھ کے ضامن نے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے کہا تھا۔

"تو مہذب لفظوں میں یہ موصوف مجھے یہ جتنا ناچاہ رہے ہیں کہ یہ میرے ڈرائیور نہیں، اونہہ! جیسے مجھے بڑا شوق ہے۔" نیا نے کوفت سے سوچا تھا۔

"مہمان ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنا مقام بھول جائے۔ ہم ایک خاندان بن کے کسی کے گھر جا رہے ہیں تو اتنا تو کر ہی سکتی ہوں۔" نیا سپاٹ انداز میں جتاتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔ وہ کوئی تماشہ نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی اسے ضامن جہانداد کے پہلو میں بیٹھنے کا کوئی شوق تھا۔

ساحرہ چچی انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔ یہ لوگ کیا سوچتے ہیں، کیا سمجھتے ہیں اسے نیا نے طے کر لیا تھا اسے اس بارے میں نہیں سوچنا تھا۔
"آپ کو کرنا بھی چاہئے۔" وہ بیٹھ گئی تو ضامن جہانداد نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔
نیا بنا کوئی جواب دیئے شیشے کے پار دیکھنے لگی تھی۔

فارس کی منگیتر سومیہ کا گھر مکینوں کے اعلیٰ ذوق کا ثبوت تھا۔ ماربل اور وڈ کے امتزاج سے سجاوہ گھر ہرے بھرے درختوں میں گھرا ہوا تھا۔ راستے میں پرانے وقتوں کی بارہ دری تھی۔ جس سے اس گھر کے فسوں میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔

نیا کو وہ جگہ بے حد پسند آئی تھی۔ اچھی تو خیر اسے فارس کی منگیتر سومیہ بھی لگی تھی۔ ڈیسنٹ سی مدھم سروں میں بولتی سومیہ پیشے کے اعتبار سے ڈاکٹر تھی۔

"پھپھو کو بھی ہمارے ساتھ آنا تھا۔ پر جانتی ہیں نہ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے تو طے یہ پایا کہ ہم ساتھ مل کے کر لیتے ہیں۔ اس طرح میری ملاقات سومیہ بھابھی سے بھی ہو گئی۔" نیانے خوش اخلاقی سے سومیہ کی والدہ کو بتا رہی تھی۔

"لڑکی کا ناپ لینے آئے ہیں کوئی تو بڑا ساتھ ہوتا۔" سومیہ کی والدہ کی پیشانی کے بل ابھی تک قائم تھے۔

نیانے ایک جتناتی ہوئی نظر ضامن جہانداد پہ ڈالی تھی۔

"جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے کیا وجہ رہی دوسرا ہمارے بڑوں کا ماننا ہے کہ یہی موقع ہوتے ہیں کہ جب چھوٹوں کو اس طرح کی ذمہ داری دے کے سکھایا جائے کہ خاندان کیسے جوڑے جاتے ہیں کیونکہ آگے یہ سب انہوں نے ہی سنبھالنا ہوتا ہے تو تربیت ضروری ہے۔ جیسے پرانے وقتوں میں بادشاہ کو اگر کسی خاص مشن پہ بھیجنا ہوتا تو وہ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو ہی بھیجتے تھے۔ آئی ہوپ آپ اس بات کو سمجھیں گی۔" نیانے اب کی بار تفصیلاً جواب دیا تھا۔

"تو نایاب عبداللہ صاحبہ خود کو ایک شہزادی تصور کرتی ہیں۔ انٹر سٹنگ!" ضامن جہانداد اسکی توجیہ سن کے محضوظ ہوا تھا۔

"واقعی یہ ضروری ہے پر آج کل کوئی ان باتوں کی طرف دھیان نہیں دیتا تب ہی تو ہماری جزیشن کو کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔" سومیہ کے والد نے نیا کی بات سے اتفاق کیا تو نیانے شکر کی سانس لی تھی۔

"لیکن جو کرتے ہیں ہمیں انہیں اپریشیٹ کرنا چاہئے۔"

"آپ کا وے آف تھنکنگ اور ٹانگ دونوں ہی بہت اچھے ہیں۔ کیا پڑھا ہے آپ نے اور کتنا؟" سومیہ کے والد غالباً متاثر ہوئے تھے۔

"جینیٹکس میں ڈگری لی ہے۔" نیانے بتایا تھا۔

"ویری ویل! پھر تو آپ کی اور سومیہ کی خوب جے گی۔" وہ امپریس ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

متاثر تو کہیں نہ کہیں ضامن جہانداد بھی ہوا تھا۔

"ڈگری ہولڈر! دیکھنے میں تو کالج گرل والی فیننگ آتی ہے۔" ضامن کو حیرت کا جھٹکا ہی لگا تھا۔

یہ رکھ رکھاؤ، یہ سلیقہ! یہ انداز اسے اس لڑکی کی جانب کوئی کشش تھی جو کھینچ رہی تھی۔

"میرے خیال سے اب چلنا چاہئے۔" اپنے اندر شور مچاتے جذبات دل میں ہی مقید کرتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"ہوں!" نیا نے بھی اتفاق کیا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا افطار کر کے جائیے گا۔" سومیہ کی والدہ نے کہا تھا۔

"شکریہ آئی! پھر کبھی، ابھی گھر جا کے اور کام بھی دیکھنے ہیں۔" نیا نے سبھاؤ سے منع کیا تھا۔

"یو آر اے پیور سول نایاب، ڈاؤن ٹو ارتھ۔ تم نے می کو جیسے قائل کیا، آئی ایم امپریسڈ ورنہ خواہ مخواہ فارس سے جھگڑا ہو جانا تھا۔" سومیہ اپنائیت سے کہہ رہی تھی۔

"میں نے وہی کہا جو حقیقت تھی۔ اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔" نیا باوقار انداز میں بولی تھی۔

"سچ بولنے کا حوصلہ بھی کسی میں ہوتا ہے۔ ہم نے آج پہلی بار اپنی بیگم کو جواب ہوتے دیکھا ہے۔" سومیہ کے والد شگفتگی سے بولے تھے۔

"انکل! اب یہ زیادہ ہو رہا ہے۔" نیا کو کہاں عادت تھی اس قدر پذیرائی کی۔

"اس سے پہلے ہم نیا کو بیربھوٹی کی طرح سرخ ہوتے دیکھیں بابا وی شوڈ اسٹاپ۔" سومیہ نے اس کے چہرے پہ بکھرتا گلال دیکھ کے شگفتگی سے کہا تھا۔

ضامن جہانداد کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

اجالوں اور گلابی شام کا سنگم باہم تھا۔

ضامن جہانداد مسحور نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔

وہ چہرہ اس وقت دلکشی کے پیمانوں پہ پورا اترتا تھا۔ ضامن جہانداد کی دل کی بستی میں لطافتوں کا موسم بس وارد ہونے کو تھا۔

تارکول کی سیاہ سڑک کے اطراف میں سر اٹھائے درختوں نے سڑک کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔ دھوپ کا راستہ مسدود تھا اور چھاؤں بل کھاتی آزادی سے سڑک پہ حکمرانی کئے ہوئے تھی۔

مدھم مدھم سی مسکان کی چمک چہرے پہ سجائے نیا محویت سے باہر کا نظارہ کرنے میں مگن تھی۔

ضامن جہانداد خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ اسکے اندر کیسی جنگ ہو رہی تھی اسکی خبر بھی نیا کو نہیں ہونے دی تھی۔

دل تھا کہ خواہش کر رہا تھا کہ وہ پہلو میں بیٹھی لڑکی سے بات کرے، اسے جانے پر دماغ تھا کہ اسے ڈپٹ رہا تھا۔

"نہیں ضامن جہانداد! یہ تمہارا معیار نہیں ہے۔"

اس نے زندگی میں کبھی کسی لڑکی کی جانب پہل نہیں کی تھی تو اب کیسے کرتا۔

دل و دماغ کی اس جنگ میں بس اکیلا پن بڑھتا جا رہا تھا۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ نیا نے چونک کے ضامن کو دیکھا۔

گھر تو ابھی نہیں آیا تھا۔

"اتریں نیچے!" وہ کہتے ہوئے بنا اس کا جواب سنے خود بھی اتر ا تھا۔

"یہاں کیوں گاڑی روکی ہے؟" نیا نے جربز ہو کے سوچا تھا۔

اس شخص کو بس فیصلے سنانے کی عادت تھی۔ رائے لینے کا ظرف نہیں تھا۔

"میں کیوں انکی مانوں۔" نیا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ وہ بھی اکڑ کے بیٹھی رہی تھی۔

ضامن جہان داد گاڑی سے پشت کٹائے، دونوں بازو سینے پہ باندھے سامنے دیکھ رہا تھا۔

اس نے ساتھ آنے کو کہا تھا نیا کو، پروہ نہیں آئی تھی۔

"میں نے پہل کی، پر کیا فائدہ ہوا۔" ضامن کی طبیعت مکر ہوئی تھی۔

"اٹس ٹواری۔" دماغ نے ایک بار پھر سے ڈپٹا تھا۔

"ایسے پہل کرتے ہیں۔" دل بھی سرزنش کر رہا تھا۔

"کیا بات ہے آپ نے گاڑی یہاں کیوں روکی ہے؟" نیا تنگ آ کے باہر آئی تھی۔

ضامن جہان داد نے اسکی آواز پہ پلٹا تھا۔ تنے تنے تاثرات لئے وہ اس سے بس چند قدم ہی دور کھڑی تھی۔

"ساتھ آئیں!" ضامن کا لہجہ اب کی بار قدرے مختلف تھا۔

نرم گھمبیر سا!

"ساتھ!" نیا کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

ضامن نے قدم بڑھایا تھا۔

"کیا مجھے جانا چاہئے؟" نیا پر سوچ سی وہیں کھڑی تھی۔

"نہیں جاؤں گی تو یہ شخص اپنا اور میرا دونوں کا وقت ضائع کرے گا۔ دیکھوں تو سہی کونسا تاج محل دکھانے کیلئے اتنا سسپنس کری ایٹ

کر رکھا ہے۔" وہ سوچتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔

اسے آتا دیکھ کے ضامن کے قدم تھمتھے تھے۔ نجانے کیوں اچھا نہیں لگا تھا اسے اپنے پیچھے آتے دیکھ کے۔

"پیچھے نہیں، میرے ساتھ چلیں نایاب عبداللہ!" دل نے بے اختیار خواہش کی تھی۔

"وہ دیکھیں۔" وہ ساتھ آ کے رکی تو ضامن نے سامنے اشارہ کیا تھا۔

نیا کو لگا تھا نام مشین کوئی وجود رکھتی ہے اور اس وقت وہ وقت کی ہی مسافر تھی۔

چو کو ر سبز گھاس کے قطعے کے وسط میں سفید بارہ دری سر اٹھائے کھڑی تھی۔ بارہ دری ایک ایسی عمارت کو کہتے ہیں جس کے بارہ دروازے ہوتے ہیں۔ فضا جنگلی گلابوں کی مہک سے معطر تھی اور پرندوں کی چہکار بارہ دری سے لپٹی جاتی تھی۔

نیانے آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی تھی۔

ہوا گلاب تھی اور سانسیں مشک بو !

"خوبصورت ہے یہ۔" ضامن جہانداد کی گھمبیر آواز گلاب فضا میں حصہ دار ہوئی تھی۔

اب نجانے یہ لفظ خوبصورت کس کیلئے تھا نیا کیلئے یا اس منظر کیلئے، ضامن جہانداد کے حساب سے دیکھا جاتا تو یہ دونوں کیلئے تھا۔

"مسحور کن ہے یہ!" نیا کیلئے طلسم ہوش ربا جیسے مجسم ہوا تھا۔

"آئیں! آگے چلتے ہیں۔" ضامن جہانداد کہہ رہا تھا۔

"آگے!" نیانے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا۔ انہیں گھر سے نکلے تین گھنٹے ہو چکے تھے۔

سومیہ کے گھر ضامن کے ساتھ جانا اسکی مجبوری تھی پر اس شخص کے ساتھ یوں گھمننا پھرنا۔

"کوثر باجی کے گھر میں مردوں کا کھلا آنا جانا ہے۔ تم اپنی احتیاط خود کرنا ہے۔" ماں کی نصیحت اسے بھولی نہیں تھی۔

"ضامن صاحب! ہمیں گھر چلنا چاہئے۔ مجھے کام ہے۔" وہ دل کی خواہش پہ پتھر رکھتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

وہ اس خوبصورت جگہ پہ مزید کچھ وقت گزارنا چاہتی تھی پر یوں ایسے نہیں، اور پھر روزے کی اصل روح بھی تو یہی تھی نہ۔

اپنے نفس پہ قابو پانا۔

"آپ خود یہاں آنا چاہتی تھیں نہ۔" ضامن کو اسکے منہ سے واپسی کا سن کے حیرت ہوئی تھی۔

جب وہ پہلے اسے سڑک سے گزرے تھے تو ضامن جہانداد نے نیا کی آنکھوں میں اس جگہ کیلئے ستائش اور اسکایوں گردن موڑ کے دیر تک اس بارہ دری کو دیکھنا صاف دیکھا تھا۔

"ہر چاہت کا ایک وقت ہوتا ہے۔ اب چلنا چاہئے یہی مناسب ہے۔" نیا سنجیدگی سے کہتے ہوئے گاڑی کی سمت بڑھی تھی۔ وہ سومیہ کے گھر سے نکلتے ہوئے ساحرہ کو بتا چکی تھی سواگر اب وہ دیر سے گھر پہنچتے تو کوئی کچھ بھی سوچ سکتا تھا جس کا نیا نے کسی کو موقع نہیں دینا تھا۔

"آپی! کوئی تمہاری طرف نظر اٹھائے تو اسکی جانب دو قدم بڑھالینا۔" فاری کی بات اسے یاد آئی تھی۔

"نہیں! ایسے نہیں۔" نیا نے بے اختیار ہوتے دل کو سنبھالا تھا۔

"اس شخص نے میری خواہش کو سمجھا، اسے پورا کیا۔ یہ کونسا جذبہ ہے، اتنا احساس!" نیا کا دل دھڑکا تھا۔

"نہیں! مہمان سمجھ کے خیال کیا ہے۔ مجھے ایسے خواب نہیں دیکھنے چاہئے۔" نیا نے سرخ پڑتے گال مسلے تھے۔

ایسا کوئی خواب نہیں دیکھنا جن کی کرچیاں روح تک کو گھائل کر دیں۔

خود سے دور جاتی نیا نے ضامن جہانداد کو آج قدم قدم پہ حیران کیا تھا۔

اسکی پہل کے جواب میں پہل نہیں کی گئی تھی۔

"تم بھول رہے ہو ضامن جہانداد اس لڑکی کی زندگی میں پہلے سے کوئی ہے۔" ضامن کا ذہن دائم کی گردن کرنے لگا تھا۔

"اسکا دل آباد ہے تو ضامن جہانداد ہے تم بیکار کی کوشش مت کرو۔ اس لڑکی کو آئے دوسرا دن ہے اور تم اپنا وقار بھول بیٹھے ہو۔ ایسی بھی تو

کوئی حور پری نہیں جو تم رمضان کا تقدس بھی بھول گئے۔" ضامن نے خود کو سرزنش کی تھی۔

"مجھے اسے یہاں لانا ہی نہیں چاہئے تھا۔" خود کو کوستا وہ ایک بار پھر سے ڈرائیونگ سیٹ پہ آ بیٹھا تھا۔

ہواؤں نے الجھ کے تقدیر کو دیکھا تھا جو نجانے کیا چاہتی تھی۔

اسے گھر کے سامنے اتار کے ضامن گاڑی بیک کرتا واپس چلا گیا۔ نیا بیگ پکڑے اندر آئی تو لڑکیوں نے اسے گھیر لیا تھا۔
"کیسی لگی سومیہ تمہیں؟" پریشے پوچھ رہی تھی۔

"اچھی ہے! آپ کی طبیعت کیسی ہے اب؟" صوفیہ نے بیٹھی ساحرہ کو دیکھ کے نیا نے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں اب پر یہ بتاؤ کیا راستے میں کوئی مسئلہ ہو گیا تھا؟" ساحرہ نے دانستہ آواز بلند کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

شاہ تاج بیگم سے بات کرتیں کوثر چونک کے انکی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"نہیں تو! خیریت؟" نیا خود اچھی۔

"واپسی میں دیر لگا دی بہت، اتنا وقت تو نہیں لگتا سومیہ کے گھر سے واپسی پہ۔" ساحرہ ٹھہر ٹھہر کے کہہ رہی تھیں۔

انکی بات پہ اب کی بار شاہ تاج بیگم بھی متوجہ ہوئی تھیں۔

"دیر کیوں ہوئی نیا اب؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔

سب کی سوالیہ نظریں نیا پہ جمی ہوئی تھیں۔

"ضامن صاحب راستے میں رک گئے تھے۔" نیا ان سب کی تفتیش زدہ نگاہوں سے گھبرائی ضرور تھی پر اپنا اعتماد نہیں گنوا یا تھا۔

"کیوں؟" شاہ تاج بیگم کی تشفی نہیں ہوئی تھی۔

"کوئی جگہ دکھا رہے تھے۔" نیا کا انداز سرسری تھا۔

"ہوں! شاہ تاج بیگم نے پر سوچ انداز میں ہنکارہ بھرا تھا۔

"سیریلی! پریشے نے حیرت سے نیا کو دیکھا۔

"یہ ضامن لالہ کب سے لوگوں کو گھمانے لگے۔" رابعہ بھی شاکڈ تھی۔

"تو تیر نشانے پہ لگا۔" ساحرہ آسودگی سے مسکرائی تھیں۔

"کل سینٹر بنگش اور انکی فیملی کی دعوت ہے۔ اس کے بعد ہم باقاعدہ ضامن کا رشتہ لے کے انکے گھر جائیں گے۔" شاہ تاج بیگم نے نیا کو بغور دیکھتے ہوئے اعلان کیا تھا۔

نیا کو لگا تھا وجود میں دھڑکتا دل خالی ہوا ہے۔

☆☆☆☆☆

شاہ تاج بیگم کے اعلان پہ ساحرہ بیگم نے بغور نیا کو دیکھا تھا جو خاموشی سے اٹھے سر اور جھکی پلکوں کے ساتھ اس منظر کا حصہ تھی۔

"دھواں کہاں تک اٹھتا ہے۔ دیکھتے ہیں!" ساحرہ بیگم نیا کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھیں جو فی الحال سپاٹ تاثر ہی دے رہا تھا۔

"آپا! کیا بہتر نہیں کہ پہلے ضامن سے اسکی رضامندی پوچھ لیں۔ ہو سکتا ہے اس کا ارادہ کہیں اور ہو۔" نیا کو ہی دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھیں۔

شاہ تاج بیگم کی پیشانی پہ سلوٹ ابھری۔

"ساحرہ!" کوثر نے آنکھوں سے انہیں سرزنش کی تھی۔

"اس سے پہلے بعد میں کوئی مسئلہ ہو ہمیں سوچ سمجھ کے یہ قدم اٹھانا چاہئے۔" ساحرہ نے انکی سرزنش نظر انداز کی۔

"ضامن کیلئے ہم سے بہتر کوئی نہیں سوچ سکتا۔ بچے اگر جلتی آگ کو چمکتا سونا سمجھنے لگیں تو ضروری نہیں کہ بڑے اسی آگ سے اپنے آشیاں

کو آگ لگوا لیں۔" شاہ تاج بیگم نے ٹھنڈے پن سے کہا تھا پر انکے الفاظ نیا کو آگ لگا گئے تھے۔

کیا وہ درپردہ اسے سنار ہی تھیں؟

نیا کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑا تھا۔ کچھ نہیں تھابت بھی یہ حال تھا۔

"اور اگر کچھ ہوتا تو؟" نیا نے دہل کے سوچا تھا۔

اسے یہ بدنامی نہیں چاہئے تھی۔

"کیوں نیا تم کیا کہتی ہو اس بارے میں؟" ساحرہ نے کوئی دبی ہوئی چنگاری کا رنگ اس کے چہرے پہ بکھرتا دیکھا تھا۔

"میں! مطلب سیریل سیل آنٹی۔" نیا کی پیشانی پہ سلوٹ پڑی تھی۔

"ہاں! تم! اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے۔" ساحرہ مسکراتے ہوئے متانت سے بولی تھیں۔

شاہ تاج بیگم تیکھی نظروں سے ان دونوں کو ہی خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔

"میں تو آپ کی مہمان ہوں۔ مجھے آپ کے گھریلو معاملات کا نہیں معلوم، نہ ہی میرا بولنا بنتا ہے۔ ویسے بھی جب ماں کوئی فیصلہ کر لے تو اس

کے بعد کسی رائے کی گنجائش نہیں نکلتی۔" نیا نے سنجیدگی سے خود کو اس سیچویشن سے باہر نکالا تھا۔

شاہ تاج بیگم کی پیشانی کے بل غائب ہوئے تھے۔

وہ کیوں پرائے پھڑے میں ٹانگ اڑاتی۔

"میری بلا سے ضامن جہانم کی شادی کسی سے بھی ہو۔" نیا نے دل میں اٹھتی ٹیس پہ دھیان نہیں دیا تھا۔

"شاہ تاج آپا ضامن کی پھپھو ہیں۔ ہاں پر ماں بن کے ضرور پالا ہیں انہوں نے ضامن کو۔" ساحرہ نے گویائی اطلاع دی تھی۔

"ماں تو ماں ہوتی ہے۔" نیا کا انداز اب بھی وہی تھی۔

"گویا تم متفق ہو ان سے؟" ساحرہ اسے مزید کرید رہی تھیں۔

نیا کا سانس لینا مشکل ہوا تھا۔ یہ عورت اتنی ٹوہ کیوں لے رہی تھی؟

"میرا اختلاف کرنا بنتا بھی نہیں ہے۔ لگتا ہے آپ متفق نہیں ہیں۔" نیا نے اب کی بار سبھاؤ سے کچھ بد لحاظی دکھائی تھی۔

"ارے نہیں۔۔۔" ساحرہ کو اس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔

"بس ساحرہ! تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے۔" شاہ تاج بیگم کی بس ہوئی تھی۔

"آپا! مجھے جو محسوس ہوا میں نے کہہ دیا باقی آپ کی مرضی، چلتی ہوں! زریان کے دوست افطار پہ انوائٹڈ ہیں تو کچن دیکھنا ہے۔" ساحرہ کہتے ہوئے اٹھی تھیں۔

"ہاں! بالکل آگ کچن میں ہی جا کے جلاؤ، وہیں اسکی ضرورت ہے۔" کوثر بڑبڑائی تھیں۔

"پھپھو! کوئی اور کام ہے تو بتادیں نہیں تو میں تھوڑی دیر آرام کروں گی۔" نیا نے سوچ لیا تھا اسے خود کو مہمان کی ہی حد تک رکھنا ہے تو آرام ضروری تھا۔ آخر کو صبح کی جاگی ہوئی تھی۔

"ہاں بیٹی! تم جا کے آرام کرو۔ کوثر تم ذرا کل کی دعوت کے لحاظ سے دیکھ لو کیا کیا چاہئے۔" شاہ تاج بیگم نے گویا اسے جانے کی اجازت دی تھی۔

نیا اٹھ کے کوثر پھپھو کے پورشن میں آگئی تھی۔ تنہائی ملتے ہی دو آنسو ٹوٹ کے گالوں پہ رستہ بنا گئے تھے۔

"نہیں! نیارونا نہیں ہے۔" نیا نے انگلی کے پوروں پہ اپنے آنسو خود چنے تھے۔

محبت شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گئی تھی۔

ایسا نایاب عبد اللہ کو لگتا تھا۔

"فاری!" دائم نے کشنر سے جنگ کرتی بہن کو پکارا۔

"بکو!" آج اماں نے واشنگ مشین لگوائی تھی سو فاری کا مزاج خیر سے سوانیزے پہ تھا۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ ابا جان!" دائم کی ادب سے لبریز صدا جواب میں بلند ہوئی تو فاری کے ہاتھ سے کشن چھوٹا تھا۔

اب جو ابانے اسکا "بکو" والا کاشن سن لیا تھا تو درس اخلاقیات بس شروع ہوا چاہتا تھا۔

"سلام ابا!" فاری سر پہ دوپٹہ درست کرتے ہوئے پلٹی تھی۔

دائم نے اسکی پھرتی پہ قہقہہ لگایا تھا۔

"جھوٹے! مکار! دو نمبری!" فاری نے کشن اٹھا کے دائم کی جانب اچھالا تھا۔

ابا نہیں آئے تھے دائم نے بس مذاق کیا تھا۔

"اب تو کیوں جھانسی کی رانی بنی ہوئی ہے؟" آسیہ بیگم پاک اٹھائے کچن سے نکلی تھیں تو سامنے ہی وہ دونوں لڑ رہے تھے۔

"جھانسی کی رانی کشن سے لڑتی تھی، کمال ہے یہ تو مجھے پتا ہی نہیں تھا۔ اے فاری! تمہارے کشن میں کہیں ہاتھی تو نہیں چھپا ہوا۔" دائم اسکی پونی کھینچتے ہوئے بولا تھا۔

"ہاتھی کا پتا نہیں پر پتر میرے ہاتھ میں یہ قصہ خوانی بازار کا چاقو ضرور ہے۔ پانی کی موٹر صبح سے خراب پڑی ہے اور یہ نالائق کشن میں سے ہاتھی نکال رہا ہے۔ وڈا آیا ہیری پوٹر! ڈنگرنہ ہو تو۔" آسیہ نے اسکے ٹھیک سے لتے لئے تھے۔

"اماں! کیوں ہیری پوٹر کی توہین کر رہی ہیں؟" فاری کو اب موقع ملا تھا بدلہ لینے کا۔

"تمہیں تھوڑی نہ کہہ رہی ہیں۔ میری آنکھیں دیکھو ہیری جیسی ہی ہیں۔" دائم نے سیل فون کا کیمرہ کھولتے ہوئے کہا۔

"اور کر توت سارے ڈریکو میلفوئے جیسے۔" فاری نے لقمہ دیا۔

"جلو تم! دیکھنا بیٹا رولڈ ویزی جیسا شوہر ملے گا تمہیں۔ ٹک ٹک والے بابا کی دعا ہے، دعا!" دائم نے منہ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

"فٹے منہ! تم دونوں کا۔ اوہو گورٹس کی مہارانی، کشن ہو گئے ہوں تو یہ پاک کا ڈھیر بھی تجھے کاٹنا ہے۔" آسیہ نے تھال میں رکھی پاک کی جانب اسکی توجہ کروائی تھی۔

"میں نے نہیں کاٹنی پاک اور نہ پکانی۔" فاری کو بالکل بھی پاک پسند نہیں تھی۔

"ہاں! ہاں! جہیز میں تجھے بکھنگم پیلس کاشیف ملے گا نہ جو ابھی سے ڈیانا والے نخرے کر رہی ہے۔" آسیہ بھناکے بولی تھیں۔

"اماں! جہیز ایک لعنت ہے اور مجھے لعنت کا سہرا سر پہ سجانے کا کوئی شوق نہیں۔" فاری نے سماجی ڈائلاگ مارا تھا۔

"ہاں تجھے تو صرف سستی اور کام چوری کا میڈل گلے میں ڈال کے گھومنے کا شوق ہے۔ ایڈی تو گواچی گاں۔" آسیہ کا دماغ گھما۔

"اماں! اب آپ زیادتی کر رہی ہیں۔" فاری نے دہائی دی۔

"نہ زیادتی تو میرے ساتھ ہوئی ہے۔ ایک ہی کام کی میری بچی تھی وہ بھی تری پھپھی لے اڑی۔ پیچھے بچے تم دونوں کا۔ کسی کام کے نہیں ہو۔ میری نیا کو ہی بس ماں کا خیال ہے۔ مجال ہے جو مجھے ہل کے پانی پینے دے۔" آسیہ ان دونوں کو کوستے ہوئے نیا کی یاد میں آبدیدہ ہوئیں۔

"لو آسیہ بیگم بنیں ملکہ جذبات، اماں آپ کا وزن کم ہو رہا ہے۔ ہم اصل میں یہ سب اس لئے کر رہے ہیں۔" کام چوری والے لیول پہ تو دائم اور فاری ایک ہی ٹیم میں تھے۔

"نہ کیوں میرے وزن کو کیا ہوا ہے۔ آج اگر پرنسس ڈیانا زندہ ہوتی تو میرے جیسی ہی ہوتی۔ ہٹو تم دونوں!" آسیہ چڑکے کہتے ہوئے اٹھی تھیں۔

"دو سیکنڈ نہیں لگاتیں اماں ملکہ جذبات بننے میں۔" فاری نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"شیم آرا کا پنجابی ورژن!" دائم کیوں پیچھے رہتا ٹائٹل دینے میں۔

"اوڈنگر! اٹھ پلبر کو بلا۔" اور آسیہ بیگم کی چپل کیوں پیچھے رہتی دائم کی کمر کا مزاج پوچھنے کو۔

"دو سیکنڈ کے بجائے اماں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگاتیں سلطان راہی بننے میں۔" دائم کمر سہلاتے ہوئے بولا تھا۔

"جار ہا ہوں اماں!" وہ کہتے ہوئے چپل پہننے لگا تھا پر آسیہ بیگم نے سنا ہی نہیں تھا۔

وہ فون پہ نیا کے ساتھ باتیں کرنے میں جو مگن تھیں۔

ساحرہ شدید غصے میں اپنے پورشن میں داخل ہوئی تھیں۔ ماں کا منتظر زیان انہیں دیکھ کے چونکا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"تم نے غلط لڑکی کا انتخاب کیا ہے زیان۔ وہ شہری لڑکی بہت کائیاں ہے۔" ساحرہ کا دماغ ابھی بھی نیا کی باتوں پہ کھول رہا تھا جس نے کہا کچھ بھی نہیں تھا پر اس کا پانی میں آگ لگانے والا انداز ہی کافی تھا۔

"ہوا کیا ہے؟"

زیان کے پوچھنے پہ ساحرہ نے اسے ساری روداد سنائی تھی۔

"یہ تو اچھا ہی ہوا نہ می۔" وہ ریلکس تھا۔

"یہ اچھا ہوا؟ وہ لڑکی چار لوگوں کے سامنے مجھ سے کہتی ہے کہ لگتا ہے آپ متفق نہیں۔ ہوں! جیسے میں مری جا رہی ہوں ضامن جہانداد کو اپنی فرزندگی میں لینے کیلئے۔ میری بلا سے کرے وہ مس ورلڈ سے شادی۔" ساحرہ ٹھیک ٹھاک تپ ہوئی تھیں۔

"ریلکس می! ریلکس! جب ہم چار لوگوں کے سامنے کسی سے سوال کرتے ہیں تو ان کے منہ سے بھی سوال سننے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔" زیان نے انہیں ٹھنڈا کیا۔

"جو بھی ہو تم جلد سے جلد اس قصے کو ختم کرو۔ کل آرہی ہے سینٹر کی فیملی افطار پہ۔" ساحرہ نے اطلاع دی تھی۔

"تو ٹھیک ہے آنے دیں، میری تیاری پوری ہے۔ آپ کی طرف سے بھی کوئی کمی نہیں رہنی چاہئے۔" زیان تیار تھا اور ماں کو بھی ایسے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔

اپنے اپنے دائروں میں سازشوں کے جال بنتے وہ دو لوگ یہ بھول بیٹھے تھے کہ چال کا جال پلٹنے والا بلاشبہ اللہ ہی ہے۔

"ہر چاہت کا ایک وقت ہوتا ہے۔" نیا کی بات رہ رہ کے ضامن کو یاد آرہی تھی۔

"مجھے اس لڑکی کو بالکل بھی نہیں سوچنا چاہئے۔" ضامن نے تہیہ کیا تھا۔

جب وہ لڑکی اسکی منزل تھی ہی نہیں تو پھر کیوں وہ اس لڑکی کے راستوں پہ چلتا۔

"میں شوٹنگ کیلئے جارہا ہوں۔ تمہارا موڈ ہے تو آجانا۔" ہارون کیلئے میسج چھوڑتے ہوئے خود وہ ریو الور لوڈ کرتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔

فی الوقت اپنے آپ کو مصروف کرنے کیلئے اسے کچھ اور نہیں سوچ رہا تھا۔

شام کے سائے ڈھل کے رات سے گلے ملنے کو تھے جب فارس گھر لوٹا تھا۔ سومیہ کی طرح وہ بھی ڈاکٹر تھا۔

"السلام علیکم! امی!" وہ فریش ہو کے سیدھا کچن میں انکے پاس آیا تھا۔

"وعلیکم السلام!" سنجیدہ تاثرات کے ساتھ کوثر نے اسکے سلام کا جواب دیا تھا۔

"کچھ ہوا ہے امی؟" فارس ٹھٹکا۔

"ہوں! کھانا کھاؤ گے؟" کوثر نے اسی انداز میں پوچھا۔

"آف کورس امی! کچن میں جمعے کی نماز پڑھنے تو آیا نہیں ہوں۔" فارس شگفتگی سے کہتے ہوئے کرسی پہ بیٹھا تھا۔

"جمعے کی نماز کا تو پتا نہیں پر بیٹا نمازہ جنازہ شاید تمہیں پڑھنی پڑے۔" کوثر نے دانت پیسے تھے۔

"الہی خیر! امی آپ اب مجھے ڈرارہی ہیں۔ کس کی نماز جنازہ؟" فارس بیچارہ تو دہل کے رہ گیا تھا۔

"ارے تم کیا ڈرو گے؟ ڈر تو میں گئی ہوں۔ تمہاری چچی کی حرکتوں کی وجہ سے۔" کوثر تپ کے بولی تھیں۔

"اب کیا کیا انہوں نے؟" فارس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"آج نیا کوٹار گٹ کئے بیٹھی ہوئی تھی۔ ارے وہ بچی کل اس گھر میں آئی ہے اور آج تمہاری ساحرہ چچی اس سے کہتی ہیں کہ ضامن کی شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" کوثر کو سارا غصہ اسی بات کا تھا۔

"اوہ! انہیں چھوڑیں۔ یہ بتائیں آپ کا ضامن اور نیا کی شادی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" فارس کو یہی موقع مناسب لگا تھا کہ ماں سے اس موضوع پہ بات کر لی جائے جس پہ وہ کافی عرصے سے سوچ رہا تھا۔

"میرا کیا خیال ہونا ہے بیٹا۔ ہونا تو وہی ہے جو آپا چاہیں گی اور وہ ٹھان چکی ہیں کہ ضامن کی بہو سینٹر کی بیٹی کو بنانا ہے تو فضول میں اپنی بچی کو دوسروں کی نظروں میں لانا بیکار ہے۔" کوثر نے تو بات ہی ختم کر دی تھی۔

"امی! میرا نہیں خیال وہاں ضامن کا رشتہ ہو گا۔ نیا اچھی لڑکی ہے، ضامن کو سوٹ کرے گی۔ اس آگ کی بھٹی کو نیا ہی گلزار کر سکتی ہے۔" فارس نے غیر جانبدارانہ انداز میں تبصرہ کیا تھا۔

"شش! آہستہ بولو۔ نیا نہ سن لے۔ کل سینٹر کی فیملی کو آنے دو پھر دیکھیں گے۔" کوثر نے اسے ڈپٹ کے خاموش کروا دیا تھا۔ فارس کا دل اس چھوٹی سی لڑکی کیلئے دکھی ہوا تھا۔

"میری دعا ہے تمہارا نصیب بہت زور آور ہو نیا۔" فارس نے دل سے دعا کی تھی۔ وہ لڑکی اسے بہنوں کی مانند عزیز تھی۔ اور خوش بخت ہے وہ بہن جس کیلئے بھائی دل سے دعا کرتے ہیں۔

اگلے دن کا سورج مصروفیات کے سنگ طلوع ہوا تھا۔ شاہ تاج بیگم نے سب میں کام بانٹ دیئے تھے۔ کوثر بیگم نیا کو سویرے سویرے ہی لئے مارکیٹ کیلئے نکل گئی تھیں۔

"انکی تو دعوات شیراز کی تیاری سارا دن چلے گی۔ تمہیں یہاں میں نے چولہا چوکا کرنے کیلئے تھوڑی نہ بلایا ہے۔" کوثر بیگم کا اپنا ہی انداز تھا لاڈ کرنے کا۔

نارنجی سی دھوپ میں موہوم سی تپش تھی۔ آج وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ آئی تھیں کیونکہ سارے لڑکے اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

"تھوڑا تیز چلاؤ شریف، گھر بھی واپس آنا ہے۔" کوثر نے گاڑی کی سلواسپیڈ پہ ڈرائیور کو ٹوکا تھا۔

"بیگم صاحبہ! اس روڈ پہ ایسے ہی ڈرائیونگ ہوتی ہے۔" ڈرائیور کی بھی مجبوری تھی۔

راستہ اس طرف کچھ خراب سا تھا۔

"ہوں! ضامن کو سٹہ گیا ہوا تھا ورنہ اسکے ساتھ ہی میں آتی ہوں ہمیشہ، وہ تو بڑے آرام سے ایسی دس سڑکیں یوں پار کرتا ہے۔" کوثر کو بے طرح ضامن جہانداد کی یاد آئی تھی۔

"پھر سے ضامن جہانداد کا ذکر!" نیا کے سر میں درد اٹھا تھا۔

آخر یہ شخص اور اس کا ذکر بار بار کیوں اسکے سامنے آ جاتے تھے؟

کچھ تو اسرار تھا، کچھ تو تقدیر چاہتی تھی۔

اب یہ اتفاق تھا یا تقدیر کا فیصلہ واپسی پہ ضامن ہی ان دونوں کو پک کرنے آیا تھا۔

نیا اور کوثر دونوں کے ہی ہاتھ شاپنگ بیگز سے بھرے ہوئے تھے اور دونوں ہی شدید تھک چکی تھیں۔

"مجھے دیجئے یہ بیگز۔" کوثر سے سارا سامان لے کے گاڑی میں رکھنے کے بعد وہ نیا سے مخاطب ہوا تھا۔

نیانے بائیں ہاتھ میں تھامے بیگز اسکی جانب بڑھائے تھے۔

ضامن نے ہاتھ بڑھا کے بیگز لئے تھے۔

آخری بیگ تھامتے ہوئے ضامن کا ہاتھ نیا کے ہاتھ سے مس ہوا تھا۔

اسکا پر حدت مضبوط ہاتھ نیا کے نازک ہاتھ سے مس ہوا تھا۔ نیا کو لگا جیسے کسی انگارے نے چھوا ہو۔
 بس لمحوں کا کھیل تھا اور ضامن گم صم سا ہو کے رہ گیا تھا۔ اسکی مضبوط ہتھیلی تلے نیا کے نازک ہاتھ کا لمس تھا۔
 شاپنگ بیگ ایک ایک کر کے نیچے گرے تھے۔ ضامن کی گہری نگاہوں نے ایک پل کو نیا کے ملائم چہرے کو حصار میں لیا تھا۔
 نیا چونک کے ہاتھ کھینچتے ہوئے، سرعت سے پیچھے ہوئی تھی۔ ضامن جہانداد کیلئے بھی بے خبری کا دور تمام ہوا تھا۔
 "سوری!" سارے شاپنگ بیگز گاڑی میں رکھنے کے بعد جب وہ اس کے پاس سے گزرا تھا تو کہنا نہیں بھولا تھا۔
 انجانے میں ہی سہی پر حد تو پار ہوئی تھی۔ ضامن جہانداد کے احساس کا لمس نیا کے ہاتھ پہ یادداشت تو چھوڑ گیا تھا نہ۔
 معذرت تو بنتی تھی کہ ضامن جہانداد کا نایاب عبد اللہ پہ ایسا کوئی حق نہیں بنتا تھا کہ اسے لمس کی یادداشت کا تحفہ دیا جاتا۔

"سوری!" ضامن جہانداد کی گھمبیر آواز نیا کی سماعتوں پہ دستک دے رہی تھی۔
 "کیا تھا یہ؟" نیا نے اپنے ہاتھ کو مسلا تھا اور اسکے ایسا کرنے پہ ضامن نے نچلا لب دانتوں تلے بے دردی سے کچلا تھا۔
 اسکی نظر اپنے ہاتھ پہ ٹھہری تھا جہاں کچھ دیر قبل نیا کے ہاتھ کا لمس تھا اور وہ لمس جیسے منقش ہو گیا تھا۔
 "وہ مجھے سوری کہہ چکے ہیں، حالانکہ انکی جتنی اونچی ناک ہے اس حساب سے ان سے معذرت کی دو فیصد بھی امید نہیں بہر حال۔۔۔۔۔۔ یہ بات یہیں ختم۔" نیا نے اپنا ہاتھ چادر تلے کرتے ہوئے سوچا تھا۔
 "تمہارے ہاتھ کو کچھ ہوا ہے کیا نیا؟ کب سے مسل رہی ہو۔" کوثر بھی محسوس کر چکی تھیں۔
 "جل گیا تھا پھپھو۔" وہ کہہ کے رخ موڑ گئی تھی۔
 "کیسے؟ دکھاؤ مجھے اپنا ہاتھ۔" کوثر نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

"پراس پہ جلنے کا تو نشان نہیں۔ ہاں ذرا سا سرخ ہے۔" کوثر اسکے ہاتھ کا معائنہ کر رہی تھیں۔

"کچھ زخم خود بخود ٹھیک ہو کے نگاہوں کے دائرہ کار سے باہر ہو جاتے ہیں پھپھو جانے دیں۔" نیا نے پھر ہاتھ چادر تلے کر لیا تھا۔

"کیا ڈاکٹر کی ضرورت ہے؟" ضامن جہانداد نے لب کشائی کی تھی۔ اسکے لہجے میں جو تھا وہ صرف نیا کو محسوس ہوا تھا۔

کیا ایک معذرت کافی نہیں تھی؟ ضامن کا انداز ایسا ہی تھا۔

"نہیں! اب ڈاکٹر کی ضرورت نہیں ہے۔" نیا کا انداز سپاٹ تھا۔ نیا کے انداز میں جو تھا وہ صرف ضامن جہانداد کو محسوس ہوا تھا۔

ایک معذرت بس کافی تھی۔ نیا کا کچھ ایسا انداز تھا۔

وہ گھر پہنچے تو دعوتی تیاریاں آخری مراحل میں تھیں۔ کوثر سارا سامان رکھنے کے بعد بنا آرام کئے کچن کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"دنیا داری کیلئے بیٹا کرنا پڑتا ہے۔ میں کچن کا چکر لگالوں ورنہ بعد میں آپا کی باتیں کون سنے گا۔"

نیا گو کہ تھکی ہوئی تھی پر اسے اچھا نہیں لگا تھا کہ وہ آرام کرتی رہے۔ آخر کو پھپھو بھی تو اس جتنی ہی تھکی ہوئی تھیں۔

"میں کچھ ہیلپ کروادوں؟" نیا کچن میں آ کے پریشہ کی امی سے مخاطب ہوئی تھی۔

"ارے نہیں بیٹا! تم مہمان ہو۔ آرام کرو۔" زہرہ نے شفقت سے منع کیا تھا۔

"کوئی بات نہیں، آپ سب بھی تو صبح سے مصروف ہیں۔" نیا نے کچن پہ نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تھا۔ تین ملازموں کے ساتھ ساتھ ساری خواتین

بھی مصروف تھیں۔

"یہ سندھی بریانی کو دم تو لگو دو دنیا میرے ساتھ۔" پریشہ نے پکارا تو وہ اسکے پاس چلی آئی تھی۔

"اس میں تو ہر مصالحہ ڈالا ہی نہیں تم نے۔" بریانی کیلئے تیار کئے گئے مصالحے کو دیکھ کے نیا کے اندر کا کراچی پن جاگا تھا۔

آپ کراچی شہر میں رہتے ہوں اور بریانی کی اقسام اور انکی ترکیب سے واقف نہ ہوں ایسا ہو نہیں سکتا۔

"ڈالا تو ہے!" پریشے نے کہیں سے پودینہ برآمد کیا تھا۔

"یہ کم ہے اور یہ ذرا چچ دکھاؤ مجھے۔" نیا آستینیں فولڈ کرتی آگے بڑھی تھی۔

"اس میں ہمیں لیموں کا رس بھی ڈالنا ہوگا، دہی تم نے کم ڈالی ہے۔ آلو تم نے ڈالے ہیں، یہ ٹھیک ہے۔ اب تم مجھے لیموں کے ساتھ ساتھ ہر ا مصالحہ دو۔" وہ کسی ماہر شیف کی طرح صرف ہانڈی کے رنگ اور اس میں چچ چلا کے بتا رہی تھی۔

"کیا یہ سب ضروری ہیں؟" پریشے جو اپنی طرف سے سمجھ رہی تھی کہ بریانی کیلئے مصالحہ تیار ہو گیا ہے اس نئی مشقت پہ جھلائی تھی۔

"سندھی بریانی ان کے بغیر بنتی ہی نہیں۔ تیکھاپن، ہر ا مصالحہ اور آلوؤں کے بنایہ بریانی سندھی بریانی ہر گز نہیں ہو سکتی۔ سنو! تم نے نمک کتنا ڈالا تھا؟" نیانے اسے ٹپ دیتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا تھا۔

"آدھی چچ!" پریشے نے مری مری آواز میں بتایا۔

"پریشے! یہ بریانی بنا رہی ہو یا کچھڑی۔ اتنا بڑا پتیلہ چڑھا رکھا ہے اور اس میں نمک صرف آدھا چچ۔" نیانے سرگوشی میں ہی تاسف کا اظہار کیا تھا۔

"یہ تم دونوں کیا سرگوشیاں کر رہی ہو؟" ساحرہ نے ان دونوں کو نوٹس کیا تھا۔

"کچھ نہیں چچی! نیا مجھے کچھ ٹپس دے رہی تھی۔"

"اچھا! بریانی کو دم نیا دے ہی رہی ہے تم آکے یہ فروٹس کاٹو۔ مہوش چاٹ کیلئے پیاز کاٹ رہی ہے۔" انہوں نے پریشے کو نیا کام بتایا تو وہ دوسری سمت بڑھی تھی۔

"پریشے! مجھے ہر ا مصالحہ تو دے دو۔" نیانے ٹوکا تھا۔

"باجی دھنیا پودینہ تو ختم ہو گیا ہے۔ صرف مرچیں ہیں۔" پریشے کے کہنے پہ ملازمہ نے فریج میں جھانکتے ہوئے اپڈیٹ دی تھی۔

"پھر بن گئی سندھی بریانی۔" نیا نے ہاتھ جھاڑے۔

"یہ اپنا گارڈن کس دن کام آئے گا۔ وہاں سے لے آؤ نیا۔" پریشے کو یاد آیا تھا۔

"میں لے آتی ہوں نہ باجی۔" ملازمہ نے اپنی خدمات پیش کیں۔

"ہرگز نہیں! تم کسی کو نے میں بیٹھ کے اپنے میاں جی کے کان کھانے لگی ہو اور یہ برتن آٹھ آٹھ آنسو بہائیں گے تمہاری جدائی پہ۔" پریشے نے جھٹ منع کیا تھا۔

نیا ٹوکری اٹھائے لان میں آگئی تھی۔ دھوپ کارنگ مدھم ہو چلا تھا۔ ہولے ہولے سے ہوا چل رہی تھی۔

"اب یہاں دھنیا پودینہ کہاں سے ڈھونڈوں؟" نیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔ اچھا خاصا بڑا لان تھا۔

نیا نے پیشانی پہ آیا ہوا پسینہ دوپٹے سے پونچھا تھا۔

"کچھ ڈھونڈ رہی ہیں آپ؟" ساحرہ چچی کا بیٹا زیان اس کے مقابل تھے۔

"سبزیاں!" نیا کا جواب یک لفظی تھا۔

"اسکے لئے آپ نے ٹوکری اٹھانے کی زحمت کیوں کی؟ آپ کا یہ دوپٹہ! یہ دوپٹہ کافی تھا۔" اسکے دوپٹے کی جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی طرف سے تو زیان نے شگفتگی سے کہا تھا۔

عصر کی نماز کیلئے مسجد جاتے ضامن جہانداد کی آنکھوں میں یہ منظر دیکھ کے خون اتر آیا تھا۔

وہ انکی باتیں تو نہیں سن پایا تھا پر جس انداز میں زیان نے نیا کے دوپٹے کی جانب اشارہ کیا تھا وہ اسے آگ لگا گیا تھا۔

"وائس رائنگ ہیئر؟" وہ تیر کی طرح انکے سروں پہ پہنچا تھا یوں کہ اب وہ زیان کے مقابل تھا اور نیا اسکی چوڑی پشت کے پیچھے تقریباً چھپ ہی چکی تھی۔

"ضامن لالہ! نتھنگ" زیان ہولے سے مسکرایا تھا۔ نیا البتہ ہر تاثر سے عاری تھی۔

اسکا تیر نشانے پہ لگا تھا۔ نیا کو باہر دیکھ کے ہی وہ کچھ ایسا کرنے کی ٹھان چکا تھا کیونکہ یہ وقت ضامن کے باہر جانے کا تھا۔ وہ جب جب گھر پہ ہوتا تھا ساری نمازیں محلے کی مسجد میں ہی ادا کرتا تھا۔

"آپ اندر جائیے۔" ضامن اسکی جانب متوجہ ہوا۔

"پر میں۔۔۔" نیا کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ پل میں کیا ہوا ہے۔

"سنا نہیں! آپ کو جو چاہئے مل جائے گا۔ جائیں!" ضامن جہانداد کا انداز دو ٹوک تھا۔

"انکو آج پھر اپنے غصے کا ٹریلر دکھانے کا دل کر رہا ہو گا۔" نیا خالی ہاتھ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"لڑکیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں اور نگاہوں دونوں پہ قابو رکھو زیان، دوبارہ میں برداشت نہیں کروں گا۔" ضامن نے اسے درشتی سے وارن کیا تھا۔

"جی لالہ!" زیان نے سر جھکاتے ہوئے مصنوعی شرمندگی اختیار کی تھی۔ دل میں تولڈ و پھوٹ رہے تھے۔

یعنی کچھ تو تھا ضامن جہانداد کے دل میں؟

"کیا ہوا؟ نہیں ملا!" اسے یوں خالی ہاتھ آتے دیکھ کے پریشے نے پوچھا تھا۔

"او نہوں!" نیا نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"میں خود لاتی ہوں۔" پریشے کٹنگ بورڈ چھوڑ کے اٹھی تھی۔

"بڑی چچی! چھوٹی چچی!" ضامن کی زوردار آواز پہ وہ دونوں اچھل ہی پڑی تھیں۔

"ضامن! تم؟" کوثر نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

وہ کچن کی جانب کبھی نہیں آتا تھا۔

"آئندہ کے بعد مجھے کوئی بھی لڑکی، گھر میں لڑکوں کے ہوتے ہوئے لان میں نظر نہ آئے۔ یہ ملازم ہیں ان سے کہا کیجئے۔" وہ ایک شعلہ بار نظر نیا پہ ڈال کے باہر نکل گیا تھا۔

"اب یہ نیا فرمان کس خوشی میں؟ کیا ہوا ہے نیا باہر؟" ساحرہ نے تپ کے پوچھا تھا۔

"مجھے نہیں پتا۔ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔" نیا نے صاف انکار کیا تھا۔

ایک تو یہ ہر بات ساحرہ کو اس سے ہی جانی ہوتی تھی۔

مہمانوں کا استقبال کرنے کیلئے اندرونی دروازے پہ شاہ تاج بیگم ضامن جہانداد کے ساتھ موجود تھیں۔

"پھپھو نے ایسا پروٹوکول آج تک کسی کو نہیں دیا۔" مہوش نیا کو بتا رہی تھی۔

"آنے والوں کا نصیب۔" نیا نے سادگی سے کہا تھا۔

وہ خود بھی باتھ لینے کے بعد سفید اور نیوی بلیو کنٹر اسٹ سوٹ میں ملبوس غم بالوں کو بڑے سے دوپٹے کے حصار میں لئے لاؤنج میں موجود

تھی۔ اب یہ اتفاق ہی تھا کہ ضامن جہانداد بھی سفید کاٹن کے سوٹ اور نیوی بلیو ویسٹ کوٹ میں ملبوس تھا۔

"ہاں بھئی اب ہر کوئی سینٹر تھوڑی نہ ہوتا ہے۔" ساحرہ نے جلا بھنا تبصرہ کیا تھا۔

اسی وقت مہمانوں کی آمد کا شور اٹھا تو سب دروازے کی جانب متوجہ ہوئے تھے۔

کل چار مہمان تھے جن میں سے ایک وہ لڑکی تھی جسے اس گھر کی بہو بننا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! ضامن جہانداد! اتنے سالوں بعد۔" برگنڈی رنگ کے جوڑے میں ملبوس وہ طرح دار سی لڑکی جوش سے کہتے ہوئے سب سے

پہلے ضامن جہانداد کے گلے لگی تھی۔

شاہ تاج بیگم کا چہرہ غصے سے سرخ پڑا تھا اور یہ منظر دیکھ کے باقی سب کو جیسے سانپ سوگھ گیا تھا۔



لاؤنج میں ایسی خاموشی تھی مانو اس وقت سوئی بھی گرتی تو اسکی آواز شور ہی مچاتی۔ زیان اور ساحرہ کے درمیان معنی خیز نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا۔

"ہو گئی شادی!" رابعہ نے ہاتھ جھاڑے تھے۔

"اب تو یہ دعوت عافیت سے نیٹ جائے تو معجزہ ہی ہو۔" پریشہ شاہ تاج بیگم کے تاثرات دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ہمیں تو کبھی ایسے گلے نہیں لگایا۔" مہوش نے افسوس کیا۔

"جاؤ! جا کے تم بھی شوق پورا کر لو۔ موقع بھی ہے اور دستور تو سینٹر صاحب کی دختر نے خیر سے شروع کر ہی دیا ہے۔" پریشہ لہک کے بولی تھی۔

"نہ بابا! پھپھو نے سیدھا دیوار میں چنوا دینا ہے۔" مہوش دہل کے بولی تھی۔

دوسری طرف ضامن جہاند اکیلے یہ ایک غیر متوقع صورت حال تھی۔

بینا کا یہ عمل اسکے لئے شاکنگ تھا لیکن بہر حال خود کو اس سیچویشن سے نکالنا تو تھا ہی آخر کو سب اسکی ہی جانب متوجہ تھے۔

"اٹس اوکے بینا! ہاؤ آریو؟" ضامن جہاند نے دو قدم پیچھے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ پشت پہ باندھتے ہوئے قدرت متانت سے پوچھا تھا۔

دوسری طرف بینا کی اماں فوراً آگے بڑھی تھیں۔

"کو آئیٹ فائن! تمہیں اتنے ٹائم بعد دیکھا۔۔۔ بس ایکسائیٹڈ ہو گئی۔ آئی نو یہاں یہ سب اوڈ لگتا ہے۔" بینا سب کے شاکڈ چہروں کو دیکھتے

ہوئے بولی تھی۔

"آئیے نشست گاہ میں چلتے ہیں۔ ضامن بیٹا آپ مرد حضرات کو لے جائیں۔" شاہ تاج پھپھو شاکنگ پریڈ سے باہر آئیں تو آداب میزبانی کا

خیال آیا تھا۔

مرد حضرات ڈرائنگ روم میں جبکہ خواتین کیلئے ہمیشہ کی طرح ہال کمرے میں انتظام تھا۔

"کیوں بھی لالے یہ کیا سین تھا؟" ہارون نے صوفے پہ اس کے ساتھ ہی بیٹھتے ہوئے انوسٹی گیشن اسٹارٹ کی۔

"کونسا سین؟" ضامن نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"اچھا خاصا چونکا دینے والا ٹریلر ابھی لاؤنج میں ہٹ کر واکے آئے ہیں موصوف اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کونسا سین، تم اس لڑکی کو پہلے سے جانتے ہو۔۔۔ وہ بھی اس حد تک!" ہارون ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سرگوشی میں بولا تھا۔

"مثلاً کس حد تک؟" ضامن کے تیور بگڑے۔

حد ہو گئی تھی جیسے بھری محفل میں خود ضامن جہاندانے اس لڑکی سے معاف کرنے میں پہل کی تھی۔

"ہمارے ہاں کسی لڑکی کو گلے لگانا مطلب۔۔۔۔۔" ہارون ابھی مزید کچھ اور گل فشانی کرتا جب ضامن اسکی بات کاٹ گیا تھا۔

"وہ آکسفورڈ میں میری کلاس فیلو تھی۔ وہ سب کیلئے ایسی ہی ہے، میری جگہ اگر کوئی بھی ہوتا تو اسکا یہی انداز ہوتا۔ اس کیلئے یہ سب نارمل ہے۔"

"اور ضامن جہانداد بھلا کب سے ایسے ناز و انداز پسند کرنے لگا؟ تمہارے لئے یہ سب کب سے نارمل ہونے لگا؟" ہارون نے دو سوال ایک ساتھ کئے تھے۔

ہارون کے سوالات پہ ضامن جہانداد کی نگاہ اپنے ہاتھ پہ جمی تھی۔

کسی کے لمس کی یادداشت ابھی تازہ تھی۔

نایاب عبد اللہ!

ایک منظر نے یاد کے پردے پہ اپنا جلوہ بکھیرا تھا۔

وہ نیا کا اپنا ہاتھ چھڑوانا۔۔۔ ایک انجان لمس کی یادداشت اپنی ہتھیلی سے چھڑوانا۔

ناز و انداز تو یہ بھایا تھا نہ ضامن جہانداد کو۔

اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔ اسکے وجہہ چہرے پہ مسکان کا رنگ بھلا لگا تھا۔

ہارون نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ کس یاد نے جناب کا چہرہ گلاب کیا ہے؟" وہ اسکے شانے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

ضامن جیسے کسی ٹرانس سے باہر آیا تھا۔

"وہ لڑکی میری نہیں ہے۔" یہ بات ضامن جہانداد کو خود کو دن میں کئی بار یاد دلانی پڑتی تھی پر دل جیسے الزائمر کا مریض ہو گیا تھا کچھ یاد ہی نہیں رکھتا تھا۔

"تم ذرا یہ ناولز کم پڑھا کرو۔ جب دیکھو اور دوسرے کھولے بیٹھے ہو۔" وہ چڑکے اسے تنبیہ کرتا اٹھ گیا تھا۔

ابھی مہمانوں کو دیکھنا ضروری تھا نہ کہ ہارون کو اس داستان کا قصہ سنانا جس کا لفظ لفظ بے اختیار ہوتے ہوئے بھی مجبور تھا کیونکہ اس داستان کی کردار نیا پہ ضامن جہانداد کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

"یونو ہم آکسفورڈ میں ساتھ تھے، چار سال پہلے۔۔۔۔۔ اب تو ضامن بہت بدل گیا ہے۔" مینا مسلسل ضامن کے ذکر کے ساتھ آکسفورڈ نامہ کھولے بیٹھی تھی۔

"یہ آکسفورڈ میں آپ دونوں کتنا ساتھ تھے ویسے مینا جی؟" پریشے نے سکسٹیز کی ہیر و سنز کی طرح ٹھوڑی پہ انگلی ٹکاتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

شاہ تاج بیگم نے شعلہ بارنگا ہوں سے اسے گھورا تھا۔

"اور یہ بھی بتائیے گا کہ کیا فرق دیکھا آپ نے ضامن لالہ میں؟" مہوش بھی اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ دونوں آج پھپھو سے نہیں بچیں گی۔" رابعہ نے شاہ تاج بیگم کے تیور دیکھتے ہوئے نیا کے کان میں تقریباً گھستے ہوئے پیشین گوئی کی تھی جو بیچاری اس پورے تماشے کو جھیلنے پہ مجبور تھی۔

"یہ لڑکی اچھی لگ سکتی ہے۔ اگر کم بولے۔" نیا نے غیر جانبدارانہ انداز میں سوچا تھا۔

بینامالی لحاظ سے انکے ہم پلہ ہی تھی بس اپنی عادتوں کی وجہ سے تھوڑی مار کھا رہی تھی اور شاہ تاج بیگم کے تیور بتا رہے تھے کہ انہیں یہ عادات بالکل بھی پسند نہیں آرہیں۔

"مسز بنگش! آپ کی بڑی بیٹی نہیں آئی۔" شاہ تاج بیگم نے بینا کی امی کو مخاطب کیا تھا۔

"وہ اپنی این جی او میں بڑی تھی اس لئے نہیں آ سکی۔" مسز بنگش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

مسز بنگش کے جواب نے شاہ تاج بیگم کا دل اور خراب کیا تھا۔ انہوں نے ضامن کیلئے جس لڑکی کو پسند کیا تھا وہی لڑکی نہیں آئی تھی حالانکہ انہوں نے کتنی تاکید کی تھی۔ اوپر سے جو نمونہ ساتھ آیا تھا اس نے آتے ساتھ جو تماشے شروع کئے تھے اس نے شاہ تاج بیگم کی طبیعت اور مکر کی تھی۔

انہیں اپنا بلڈ پریشر بڑھتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

"آئی! ضامن نظر نہیں آرہا۔ مجھے اس سے اتنی ساری باتیں کرنی ہیں۔ یقیناً ڈیڈ کے پاس ہو گا میں وہیں چلتی ہوں۔" بینا کی اگلی بات پہ شاہ تاج بیگم نے گہری سانس لے کے بمشکل خود کو کمپوز کیا تھا۔

"توبہ! اتنی بے تکلفی۔" یہ لڑکی تو انکا بلڈ پریشر شوٹ کروا کے ہی چھوڑے گی۔

شاہ تاج بیگم کو ٹھنڈے ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔ اپنی اپنی خوش گپیوں میں مگن کسی نے شاہ تاج بیگم کی بدلتی حالت کو نوٹس نہیں کیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟ بی پی تو پر اہم نہیں کر رہا آپ کا؟" نیا انکی کلائی تھامے انکی جانب جھکی فکر مندی سے پوچھ رہی تھی۔

شاہ تاج بیگم نے سر اٹھا کے اسے دیکھا جو شفاف آنکھوں میں فکر مندی سموئے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

"ہاں! شاید بلڈ پریشر شوٹ کر رہا ہے۔" شاہ تاج بیگم نے پیشانی پہ آیا پسینہ پونچھا تھا۔

"آپ ہو سکے تو تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ بہتر محسوس کریں گی۔" نیا جانتی تھی شاہ تاج بیگم کا بلڈ پریشر کس وجہ سے شوٹ کر رہا ہے۔

"آرام سے تو بیٹھی ہیں آپ، ابھی کیا اپنے کمرے میں اٹھ کے جائیں گی۔ وہ کونسا قریب ہے۔" ساحرہ نے ٹوکا تھا۔

شاہ تاج بیگم کا دماغ مزید گھما تھا۔ یہ ساحرہ کو ہر معاملے میں ٹانگ اڑانی ضروری ہوتی ہے۔

"یہ بی بی کی ریگولر پینشنٹ ہیں اور یہاں اتنے سارے لوگ اور انکی آوازیں ہیں تو ہو جاتا ہے۔ تھوڑی خاموشی ملے گی، آرام کریں گی تو بہتر

ہو جائے گا۔ آپ آجائیں۔" نیا نے نرمی سے ساحرہ کی لایعنی باتوں کا جواب دلیل سے دیتے ہوئے اپنا ہاتھ شاہ تاج بیگم کی جانب بڑھایا تھا۔

"جمعہ بازار ہے خیر سے بھتیجیوں کا پورا۔۔۔۔۔ پر کام کی ایک بھی نہیں۔" ٹھنڈے پن سے کہتے ہوئے شاہ تاج بیگم نیا کا ہاتھ تھامے اٹھ گئی تھیں۔

ساحرہ کا منہ بن گیا تھا۔

"ہاں بھئی! جائیں اسکے ساتھ مستقبل میں اس نے ہی آپ کی خدمتیں کرنی ہیں۔" ساحرہ نے دونوں کو جاتے دیکھ کے سوچا تھا۔

نیا شاہ تاج بیگم کو کوثر کے پورشن میں ہی لے آئی تھی کیونکہ وہ سب سے پہلے تھا۔

"یہ فارس اتنا آرگنائزڈ کب سے ہو گیا؟" شاہ تاج بیگم نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے حیرت سے پوچھا تھا۔ نیا انہیں اپنے کمرے میں ہی لے آئی تھی۔

"یہاں میں رہتی ہوں۔" نیا نے انکی حیرت رفع کی تھی۔

"ہوں! پہلے یہ کمرہ فارس کے پاس تھا۔ ہر وقت پھیلا ہی رہتا تھا۔" شاہ تاج بیگم کمرے کو ہی دیکھ رہی تھیں جو صاف ستھرا ترتیب سے سجا تھا۔

بے شکن بستر، داغ دھبوں سے عاری ڈریسنگ ٹیبل اور بک شلف میں ترتیب سے لگی ہوئی کتابیں۔

"مجھے نہیں پتا تھا۔" نیا نے تکیہ انکی پشت کے پیچھے رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم پہلی دفعہ جو آئی ہو یہاں۔" شاہ تاج بیگم اسکا جائزہ لیتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

گندمی رنگت کی حامل سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے، قرینے سے گفتگو کرتی نیا اس وقت شاہ تاج بیگم کی آنکھوں کو خاصی بھلی لگی تھی۔

"جی!" وہ اب سوئچ بورڈ کے پاس کھڑی پنکھے کی اسپیڈ سلو کر رہی تھی۔

شاہ تاج بیگم اسی طرح اسکا جائزہ لیتی رہیں۔

"آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتائیں؟" وہ اب چادر کی تہہ کھولتے ہوئے ان سے مخاطب تھی۔

"سنو لڑکی!" انہوں نے سنجیدگی سے اسے پکارا تھا۔

"جی!" نیا متوجہ ہی تھی۔

"مجھے سب بڑی پھپھو کہتے ہیں۔ تم بھی یہی کہا کرو۔" انہوں نے ہدایت دی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھیں نیا انہیں بنا کچھ مخاطب کئے بات کر رہی ہے سو ٹوک گئی تھیں۔

"جی ضرور!" نیا نے سعادت مندی سے سر ہلایا تھا۔

"اچھا! اب اگر تمہیں زحمت نہ ہو تو تم مجھے سورہ رحمن سنا سکتی ہو؟" وہ سر پہ نکی چادر درست کرتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"جی! کیوں نہیں؟" نیا جو پہلے پہل چوکی تھی فوراً ہی سنبھل گئی تھی۔

چلو اچھا ہی ہوا تھا۔ اسے پھر باہر جا کے زبردستی ضامن جہانداد کی ہونے والی بیوی کا آکسفورڈ نامہ تو نہیں جھیلنا پڑے گا۔

"پھر ضامن جہانداد!" نیا قرآن پاک اٹھاتے ہوئے چوکی۔

"آپ کے خیال سے فی الحال اللہ پناہ دے۔"

نیا نہیں جانتی تھی کہ وہ لفظوں کے ہیر پھیر کے ساتھ اس وقت کیا دمانگ بیٹھی ہے۔

فی الحال!

فی الحال یہ جاننے کا وقت نیا کیلئے نہیں تھا۔

عجیب شخص ہے مجھ سے گریز پا بھی ہے

نظر نہ آؤں تو مجھے ڈھونڈتا بھی ہے

ضامن افطار کے انتظامات پوچھنے کو ٹریگم کے پاس آیا تو نگاہوں نے خاموشی سے نیا کو کھو جاتا تھا جو کہیں نہیں دکھ رہی تھی۔

کچھ ہی دنوں میں وہ لڑکی کتنی ضروری ہو گئی تھی نہ؟

یہ آگاہی احساس ہی ایسا ہے جس لمحے میں وارد ہوتا ہے انسان اس لمحے سے لے کے وصل کے اولین وقت تک جیسے سب کچھ ایک دم ہی بے صبری سے حاصل کرنا چاہتا ہے۔

"ویری بیڈ ضامن! تم تو مجھے کمپنی بالکل نہیں دے رہے۔" بینا نے بالا خرا سے ڈھونڈ ہی لیا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ ابھی افطار کے وقت ہے۔ آپ آرام سے فری ہو جائیں پھر بات کرتے ہیں۔ میری کزنز کمپنی دینے میں نمبرون ہیں، مسٹ ٹرائی! اور پھپھو بھی ہیں تو آپ کا وقت اچھا گزرے گا۔" ضامن نے اسے سبھاؤ سے ڈیل کیا تھا۔

"ہاں! وہ تو ہے پر تمہاری پھپھو کی تو شاید طبیعت ٹھیک نہیں وہ چلی گئی ہیں۔" بینا نے جاتے جاتے بریکنگ نیوز دی تھی۔

"چلی گئی ہیں! لیکن کہاں؟ کیا ہوا ہے پھپھو کو؟" ضامن ایک دم ہی پریشان ہوا تھا۔

"ریلیکس بیٹا! ذرا سا بلڈ پریشر کا مسئلہ ہو گیا تھا۔ نیا انہیں اپنے ساتھ آرام کرنے لے گئی ہے میرے پورشن میں۔" کوثر نے اسے تسلی دی تھی۔

"میں انہیں دیکھ لوں پہلے۔" ضامن کہتے ہوئے انکے پورشن کی سمت بڑھا تھا۔
کوثر نے اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کیونکہ جانتی تھی ضامن کیلئے شاہ تاج بیگم ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔
اور مائیں بیمار ہو جائیں تو فرمانبردار اولاد یونہی بے چین ہو جاتی ہے۔

وہ سورۃ رحمن کے آخری رکوع پہ تھی جب دروازے پہ مدھم سی دستک ہوئی تھی۔
نیانے قرآن پاک بند کرتے ہوئے نگاہ اٹھا کے دروازے کی سمت کی تھی جہاں ضامن جہانداد اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ موجود تھا۔
"ارے ضامن! تم۔ خیریت!" شاہ تاج بیگم اسے دیکھ کے چونکی تھیں۔
"پھپھو! کیا ہوا ہے آپ کو؟ ڈاکٹر کو بلاؤں۔" وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔
اسکی اتنی پرواہ ہی شاہ تاج بیگم نہال ہوئی تھیں۔
"ارے میرے چاند! یہ بلڈ پریشر تو اب ہر سانس کے ساتھ ہے۔ میں ٹھیک ہوں تم فکر نہ کرو۔ نیا! آخری رکوع رہ گیا ہے۔ مکمل کرو بیٹا۔" انہوں نے ضامن کو تسلی دیتے ہوئے ساتھ نیا کو مخاطب کیا تھا۔

"انکے سامنے!" نیانے الجھ کے نگاہ اٹھائی۔ ضامن جہانداد ٹلنے کے موڈ میں تو نہیں لگ رہا تھا۔
"لایئے! میں مکمل کر دیتا ہوں۔ کہاں تک پڑھ لی ہے آپ نے؟" وہ اسکی الجھن بھانپ گیا تھا۔
"ہاں! ضرور تمہاری طرح ضامن کی آواز بھی بہت خوبصورت ہے۔"

"یہاں تک!" نیانے شاہ تاج بیگم کی رضامندی سن کے انگلی سے نشاندہی کی تھی۔

ضامن کی نگاہ اسکے ہاتھ پہ ٹھہری تھی۔

پھر سے کچھ یاد آیا تھا۔

ضامن نے سر جھٹکا تھا۔ نگاہوں کے سامنے اس وقت اللہ کا پاک کلام تھا۔ باقی سب ہیچ ہوا اور اولیت کتاب اللہ کو حاصل ہوئی۔

اس نے احترام سے قرآن پاک نیا کے ہاتھوں سے لے کے تھاما تھا۔

آخری رکوع کی چند آیات باقی تھیں۔ ایک گہری سانس لے کے اس نے آنکھیں موند کے تلاوت شروع کی تھی۔

بھاری گھمبیر آواز سماں باندھ گئی تھی۔

نرمی سے، سہل انداز میں تلاوت کرتے ضامن جہانداد کا یہ روپ نیا کیلئے بالکل نیا تھا۔

اس نے ضامن جہانداد کو غصہ کرتے دیکھا تھا پر اب اس غصے کا ضامن جہانداد کے چہرے پہ شائبہ بھی نہ تھا۔

اسکی آواز میں غیض کا تاثر پایا تھا نیا نے، لیکن ابھی اسکی آواز میں جیسے پوری دنیا کی ملائمت گھلی ہوئی تھی۔

یہ کلام اللہ کی برکت تھی۔

"سبحان اللہ!" تلاوت مکمل ہوئی تو نیا کے لبوں نے جنبش کی تھی۔

ضامن جہانداد قرآن پاک طاق پہ رکھتا کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔

یہ شخص اس کیلئے نہیں تھا۔ نیا کو پہلی بار موہوم سا افسوس ہوا تھا۔

دائم کے کپڑے درزی سے سلوائے تھے۔ افطار کیلئے آتے ہوئے عبد اللہ صاحب ساتھ ہی لے آئے تھے جنہیں اب دائم افطار کے بعد پہن

کے چیک کر رہا تھا۔

"اماں! میں کیسا لگ رہا ہوں؟" دائم نے ماں سے پوچھا تھا۔

"بالکل! ڈنگر!" دسترخوان جھاڑتی ہوئی فاری نے گولی کی طرح تبصرہ کیا تھا۔

"اماں!" دائم نے نروٹھے انداز میں انہیں دیکھا۔

"بالکل چاند لگ رہا ہے میرا پتر۔" آسیہ آج تعریف کے موڈ میں تھیں۔

"سچ اماں!" دائم کھل اٹھا تھا۔

"آہو پتر! اس میں بھی داغ ہے اور تجھ پہ بھی نالا لفتی کا داغ چڑھا ہوا ہے۔" آسیہ کا اپنا ہی اسٹائل تھا تعریف کا۔

"ہو گئی تعریف نیوٹن اماں سے۔" فاری نے دائم کو تنگ کیا تھا۔

"او آئن اسٹائن کی بھینچی! میرا مذاق اڑا رہی ہے۔" آسیہ تپیں۔

"نہیں اماں! میں تو آپ کی دریافت پہ خوش ہو رہی ہوں۔ نیوٹن نے گریوٹی دریافت کی اور آپ نے دائم کی نالا لفتی۔" فاری نے کھی کھی کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ویری فنی!" دائم ٹھیک ٹھاک تپا تھا۔

"ہاں بھئی کونسے لطیفے چل رہے ہیں یہاں؟" عبد اللہ صاحب انکے پاس آتے ہوئے بولے تھے۔

"کچھ نہیں عبد اللہ صاحب، دو نمبری جگتیں مار کے خود کو عمر شریف سمجھ رہے ہیں یہ دونوں۔" آسیہ نے مجال ہے جو ذرا انکا پردہ رکھا ہو۔

"اچھا بھئی جو مرضی کیجئے۔ میں بتانا بھول گیا کہ کل نیا کے رشتے کیلئے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ تیاری کر لیجئے گا۔" عبد اللہ صاحب نے بریکنگ نیوز نشر کی تھی۔

"پر آپ تو یہاں ہیں نہیں، وہ لوگ کسے دیکھنے آئیں گے؟" دائم نے عقلمندوں والا سوال کیا تھا۔

"باقی لوگ تو یہیں ہیں نہ، تم لوگ تیاری کر لینا۔" عبد اللہ صاحب نے ناک پہ سے مکھی اڑائی تھی۔

"اب اسکا کیا فائدہ؟ دائم چلا تو نہیں جائے گا۔ وہ تو اسکی زندگی میں نجانے کب سے ہے؟" ضامن پہلیوں میں گو کہ بات کر رہا تھا پر فارس کو ایک سیکنڈ ہی لگا تھا سمجھنے میں۔

"ہاں تو! دائم نیا کی زندگی سے جائے ہی کیوں؟ وہ تو ہمیشہ رہے گا۔" فارس اطمینان سے کہتا ہوا ضامن کا اطمینان غارت کر گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

"دائم تو ہمیشہ نیا کی زندگی میں رہے گا۔" فارس کہہ رہا تھا اور ضامن جہانداد کے وجود میں سنائے اترتے جا رہے تھے۔

"تم دائم کو جانتے ہو؟" بنا فارس کی طرف دیکھے سوال کیا تھا۔

"آف کورس! میں اسے اچھے سے جانتا ہوں۔" لو بھلا اب فارس اسے نہیں جانتا تو اور کون جانتا بھلا۔

"مجھے کچھ کام ہے۔ میں چلتا ہوں۔" ضامن جہانداد کیلئے فارس کا یہ جملہ جیسے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا تھا۔

"ایک منٹ! ضامن پوری بات تو سنو۔" فارس اسے جاتے دیکھ کے بوکھلایا۔

ابھی تو اسے ضامن کی غلط فہمی بھی دور کرنی تھی۔ پتا نہیں کب سے یہ غلط فہمی ضامن پال بیٹھا تھا۔

"کہانہ! مجھے کام ہے۔" وہ بنا کے اسکی بات کا جواب دیتا دروازہ کھول کے باہر نکل گیا تھا۔

دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ واپس بند ہوا تھا جو اس بات کا عکاس تھا کہ اس وقت ضامن جہانداد کا وجود نجانے کتنے طوفانوں کی زد میں تھا۔

"ایک تو یہ آدمی کسی کی نہیں سنتا۔" فارس نے جھلا کے ضامن کو کال کرنے کیلئے فون اٹھایا تھا۔

وہ اس وقت آن ڈیوٹی تھا تو ضامن کے پیچھے جاتا تو نہیں سکتا تھا۔

"لو اب صاحب بہادر فون بھی نہیں اٹھائیں گے۔"

ضامن اسکی کال بھی پک نہیں کر رہا تھا۔

"تو ٹھیک ہے بیٹا الٹا سیدھا سوچو اور سڑتے رہو۔" فارس نے بھنا کے سیل فون ٹیبل پہ پٹخا تھا۔

اب جو ہونا تھا گھر جا کے ہی ہونا تھا۔ تب تک ضامن جہانداد کو اپنی جلانی ہوئی آگ میں خود ہی جلنا تھا۔

مہمان رخصت ہوئے تو سب سے پہلے شکر کا سانس لینے والوں میں شاہ تاج بیگم تھیں۔ جتنی وہ ان مہمانوں کیلئے پر جوش تھیں اب اتنی ہی ٹھنڈی پڑ چکی تھیں۔

"تو پھر کیا فیصلہ ہے آپ کا آپا؟" ساحرہ کو جاننے کی جلدی تھی۔

"تم کیوں ہتھیلی پہ سرسوں جمار ہی ہو بی بی؟ یہ لڑکیاں کدھر ہیں؟" شاہ تاج بیگم یقیناً لڑکیوں کی کھنچائی کے موڈ میں تھیں۔

"کہاں ہونا؟ سارا دن کام کر کر کے تھک گئی ہیں۔ اب آرام کر رہی ہیں۔" ساحرہ نے سب کا مشترکہ دفاع کیا۔

"نیا تم یہ سب کیوں کر رہی ہو؟ چھوڑ دو سب، رابعہ تم بھی رہنے دو۔ مہوش اور پریشے کو بلا کے لاؤ، وہ دونوں سمیٹیں گی یہ برتن۔" شاہ تاج بیگم نے ان دونوں کو ٹوکا تھا۔

"میں نے کہا تھا نہ، ان دونوں کی خیریت نہیں۔" رابعہ نے دھیرے سے نیا کو کہا تھا۔

"لیکن وہ دونوں یہ اتنے برتن کیسے دھوئیں گی؟" نیا بچاری کو ٹھیک ٹھاک شک لگا تھا بلکہ شک سے زیادہ ہمدردی کا بخار جاگا تھا۔

"اوہ ہو! دھوئیں گی تو ملازمہ ہی ساتھ میں یہ ٹھکانے لگائیں گی۔ تمہیں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں۔" رابعہ نے اسے تسلی دی تھی۔

"پھپھو! ٹھیک ہے میں بلاتی ہوں۔ پتہ ہے میں نے اور نیا نے کھانا بھی نہیں کھایا ابھی تک۔" رابعہ نے انہیں بھی اپڈیٹ کیا تھا۔

"کیوں بھی! تم دونوں کس خوشی میں فاقے کر رہی ہو؟ جاؤ جا کے کھانا کھاؤ۔ رضیہ بلا لے گی ان دونوں مہارانیوں کو، بلکہ لو وہ دونوں خود ہی تشریف لے آئیں۔" شاہ تاج نے انہیں دیکھ لیا تھا۔

"کیا ہوا پھپھو؟" مہوش کی شامت ہی آئی تھی جو پوچھ بیٹھی تھی۔

"خیر سے فرق پتا چل گیا مہوش بیٹی تمہیں۔" شاہ تاج بیگم کا لہجہ سر کے میں ڈوبے شہد جیسا تھا۔

"جی! وہ۔۔۔" مہوش کے آس پاس خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

"اور تم پریشہ تمہیں آج کل نزدیکیوں کی بڑی فکر رہنے لگی ہے تو مہوش اور تم دونوں ذرا ان برتنوں کے ڈھیر کے قریب کچن میں جاؤ۔ انکا دھلائی سے پہلے اور بعد کا فرق قریب سے دیکھو۔" شاہ تاج بیگم نے دانت پیستے ہوئے دونوں کی ٹھیک ٹھاک کھنچائی کی تھی۔

انکے طعنوں میں پریشہ اور مہوش کی بینا کی ساتھ کی گئی گفتگو کا حوالہ تھا۔

"پر پھپھو!" پریشہ نے بیچارگی سے کچھ کہنا چاہا۔

"پریشہ!" شاہ تاج بیگم نے اپنے مخصوص انداز میں گھورا تھا۔

"چلو مہوش۔" پریشہ اسے ساتھ لئے کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"آؤ میرے ساتھ۔" رابعہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی تھی۔

"تم اکیلی رہتی ہو۔" نیا نے بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں! کبھی کبھی پریشہ وغیرہ بھی آجاتی ہیں۔"

"پریشہ تمہاری بہن ہے نہ۔"

"نہیں تو! تمہیں کس نے کہا؟"

"مجھے لگا۔" نیا کو سمجھ نہیں آئی کہ وہ آگے کیا کہے۔

"نہیں نیا میں اس گھر میں کسی کی بھی بیٹی نہیں ہوں لیکن اس گھر اور گھر والوں نے مجھے ہمیشہ بیٹی سمجھا ہے۔ پریشہ کی امی میری خالہ ہیں، میرے پیرنٹس کی ڈیوتھ ہوئی تو وہ مجھے اس گھر میں لے آئیں۔" وہ بولتے بولتے کچھ اداس ہوئی تھی۔

"آئی ایم سوری! مجھے پتا نہیں تھا۔" نیا کوسن کے تکلیف ہوئی تھی۔

"کوئی بات نہیں، چلو! کھانا شروع کرو۔ سندھی بریانی کی تعریف تو بہت سنی ہے کھا کے دیکھتے ہیں۔" رابعہ نے شگفتگی سے کہتے ہوئے خوبصورتی سے موضوع بدلا تھا۔

حالات کے حساب سے چلنے والے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں انہیں ماضی دکھی تو کرتا ہے پر وہ ہر وقت اس پہ آنسو نہیں بہا سکتے۔

"تو تمہیں اس گھر میں سب سے زیادہ کون پسند آیا؟" رابعہ نے پوچھا تھا۔

"سب سے زیادہ!" نیانے آنکھیں بند کر کے سوچا تھا۔

چھم کر کے ایک چہرہ تصور میں ابھرا تھا۔

اور وہ چہرہ بھلا ضامن جہان داد کے علاوہ کس کا ہونا تھا۔

نیانے گھبرا کے آنکھیں کھولی تھیں۔



آب حیات ہے چہرہ اسکا

دیکھوں تو زندگی بڑھ جائے

"سب ہی اچھے ہیں۔" اس نے پانی کا گلاس تھامتے ہوئے لہجے کی کپکپاہٹ پہ قابو پایا تھا۔

"یہ تو ڈپلومیٹک جواب ہوا۔ مجھ سے پوچھو تو پورے گھر میں مجھے ضامن لالہ سب سے زیادہ پسند ہیں۔" رابعہ آنکھیں بند کر کے جوش سے بولی تھی۔

"لیکن تم سب تو ان سے اتنا ڈرتے ہو۔" نیابے ساختہ کہہ گئی تھی۔

"ڈرنے سے زیادہ ہم انکی عزت کرتے ہیں۔ ہم جیسے شیطانوں کو آخر کو وہی کنٹرول کرتے ہیں۔ پتہ ہے نیا انہیں دیکھ کے مجھے ہمیشہ سے اس لڑکی پہ رشک آتا ہے جو انکی شریک سفر ہوگی۔ ضامن لالہ جتنی ہماری عزت کرتے ہیں سو چوہ اپنی بیوی کی کتنی عزت کریں گے۔ عورت کو عزت دینے والے مرد بہت اسپیشل فیل کرواتے ہیں اپنی بیڑہاف کو، عورت محبت کرنے والے سے زیادہ عزت کرنے والے مرد پہ پہلے دل ہارتی ہے۔ محبت تو پھر ہونی ہی ہوتی ہے۔" رابعہ نے جیسے اپنا دل کھول کے رکھ دیا تھا۔

"سر کی چادر سے کبھی پیروں کی خاک کو صاف نہیں کرتے۔"

نیا کی سماعتوں میں کچھ لفظوں کی بازگشت ہوئی تھی۔

دل جیسے ٹھہر کے دھڑکا تھا۔

ہاں! ضامن جہان داد کو عورتوں کی عزت کرنی آتی تھی۔ نیا پوری طرح سے متفق تھی۔



بس تیرے لمس کے جادو سے نکلنا ہے مجھے

وصل سے اور سہولت نہیں لینی مجھ کو

رات خاموش تھی۔ تاروں بھرے آسمان کے سائے تلے وہ تنہا تھا جو خود سے مفروضات قائم کرتے ہیں وہ پھر یو نہی تنہا ہوتے ہیں۔

"مجھے اس اجنبی لڑکی کیلئے اس حد تک نہیں سوچنا چاہئے۔" اپنے ہاتھ کو مٹھی کی صورت مقید کرتے ہوئے ضامن بڑبڑایا تھا۔

"کیا اسے سوچنا تمہارے اختیار میں رہا ہے؟" دل سوال کر رہا تھا اور ضامن کی نگاہیں اپنے ہاتھ پہ جمی ہوئی تھی۔

یادداشت کے پردے سے وہ منظر ہٹتا ہی نہیں تھا۔ دل اس سے اور اس دشمن جان کے قریب لگتا تھا۔

محبت خواب کی صورت

نگاہوں میں اترتی ہے

مہتاب کی صورت

وہ بارہ دری آیا تھا۔ گاڑی سے پشت ٹکائے اسکے سامنے وہی منظر تھا جہاں کچھ دن قبل نیا بھی اس منظر کا حصہ تھی۔

تب یہ وہ منظر گلاب تھا اور رات کے اس پہر تو بس جیسے دیوانے کا خواب تھا۔

"ہر چاہت کا ایک وقت ہوتا ہے۔" نیا کا کہا گیا ایک ایک لفظ جیسے دل پہ نقش ہو کے رہ گیا تھا۔

وہ بہت کم اس سے مخاطب ہوئی تھی پر جس قدر بھی ہوئی تھی خوب ہوئی تھی۔

"اگر محبت ایسی ہوتی ہے تو مجھے یہ محبت نہیں چاہئے۔" رات کے اس پہر ضامن جہان داد کا وجود منکر محبت ہوا تھا۔

گلاب کی ننھی سے کلی ضامن جہان داد کے مضبوط قدموں کی دھمک تلے یوں کچلی گئی تھی جیسے ضامن جہان داد کے ارمان آگاہی نے کچل ڈالے تھے۔

لیکن کیا وہ آگاہی درست آگاہی تھی؟

درست وقت بس کچھ دیر کی دوری پہ تھا۔

ضامن جہان داد کی گاڑی کو خاموشی سے دور جاتا دیکھ سر نیہواڑے کھڑے درختوں نے دیکھ کے سوچا تھا۔

"تو پھر کیا موڈ ہے بڑی پھپھو کا؟" زیان ماں سے پوچھ رہا تھا۔

"انہیں اچانک دھماکے کرنے کی جو عادت ہے۔ پتہ نہیں اب کی بار کیا حکم جاری کریں۔" ساحرہ کوفت زدہ انداز میں بولی تھیں۔

"ہوں! تو کچھ اور سوچنا پڑے گا۔ اس کھیل میں کچھوے کی چال سے نہیں چلنا۔" زیان کچھ سوچتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

رات کے سائے سفید حویلی پہ مزید تاریک ہوئے تھے۔

"دائم! دائم! بات سنو۔" فاری حسب معمول چھلاوے کی مانند اسکے کمرے میں وارد ہوئی تھی۔

"یار فاری آرام سے نہیں آسکتی تھیں۔ دیکھ نہیں رہیں میں پڑھ رہا تھا۔" دائم جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولا تھا۔

فاری کی آواز اور انداز دونوں ڈراگئے تھے۔

"تم پڑھ رہے تھے!" فاری کا منہ حیرت سے کھلا۔

"ہاں تو!" دائم نے ابرو اچکائے۔

"تمہیں پڑھنا آتا ہے؟" فاری نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

"نہیں! کالج تو میں چنے بیچے جاتا ہوں۔" دائم جل کے بولا تھا۔

"تم نے بزنس کب سے شروع کر دیا؟ تم تو بس دو نمبریاں کرتے تھے نہ۔" فاری نے تجاہل عارفانہ سے کہا تھا۔

"اونکول کڈمین کا پاکستانی ورژن، یہ سستی ایکٹنگ بند کرو اور کام کی بات کرو۔" دائم نے ایک ہی وار میں ساری کھنچائی کا بدلہ لیا تھا۔

"اونیوٹن کے نالائق کے داغ والے بھتیجے، تم باتیں ہی ایسے کرتے ہو۔ خیر میں یہ کہنے آئی تھی کہ صبا کے گھر تک مجھے چھوڑ آؤ۔" فاری نے

اصل بات اب کی تھی۔

"یہ رات کو لوڈ والی باجی صبا کیوں یاد آرہی ہیں تمہیں؟" دائم نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"اسکارشتہ طے ہو گیا ہے نہ مجھے مبارکباد دینے جانا ہے۔" فاری نے خوشی خوشی اطلاع دی تھی۔

"کوئٹہ اسکارشتہ پرنس ہیری سے ہوا ہے۔ صادق آباد کا ہی کوئی قسمت کا مارا ہو گا۔ صبح دے آنا مبارکباد۔" دائم نے اسکے جوش پہ پانی انڈیلا تھا۔

"میری بیسٹ فرینڈ ہے وہ۔" فاری نے دہائی دی۔

"مجھے آپ کی چوائس پہ ہمیشہ سے افسوس رہا ہے۔" دائم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"میں اماں سے تمہاری شکایت کرنے لگی ہوں۔" فاری نے دھمکی دی۔

"اسکے علاوہ آپ کو اور آتا بھی کیا ہے۔" دائم کیلئے راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔

"میں خود جا رہی ہوں۔" فاری نے آخری حربہ استعمال کیا تھا۔

"باہر کا دروازہ تمہیں معلوم ہے اور ساتھ یہ بھی کہ اماں نے چوٹی سے پکڑ کے تمہیں واپس گھر لانا ہے۔" دائم نے مسکرا مسکرا کے بیٹھے لہجے میں اسے یاد دلایا تھا۔

"نہ یہ کوئی راپنزل لگی ہوئی ہے جو میں نے اسکی چوٹی کو اتنی عزت بخشی ہے۔ ویسے اس گھونسلے کی چوٹی بنانا ممکن ہے۔" آسیہ بیگم دودھ کا گلاس لئے دائم کے کمرے میں وارد ہوئی تھیں۔

"اماں!" فاری شدید چڑی تھی۔ اسکے گھنگھریالے بالوں کو اماں ہمیشہ گھونسلے سے تشبیہ دیتی تھیں جو جوڑے کی صورت بندھے رہتے تھے۔

"خیر سے فوجیں کدھر جا رہی ہیں؟" آسیہ فاری کو چادر اوڑھے دیکھ کے ٹھٹکی تھیں۔

"اماں صبا کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔" فاری نے انہیں بھی خبر سنائی۔

"تو تو نے کیا اس کا نکاح پڑھانا ہے؟" آسیہ نے پیشانی پہ بل ڈال کے پوچھا۔

"مبارک باد دینے جارہی ہوں اماں۔" فاری نے بتایا۔

"صبح ماں بیٹی آرام سے جائیں گے۔ کونسا بھی انکے گھر سے مٹھائی آئی ہے۔" آسیہ نے شیر و شکر والے انداز میں کہا تھا۔

"اماں صبا نے اسٹیٹس لگایا تھا واٹس ایپ پہ۔" فاری نے چمک کے کہا تھا۔

"تو سارے جہاں سے بیلنس جمع کر کے لوڈ والی صبا باجی نے یہی تو کرنا تھا۔ اب نکاح زوم پہ اور ہنی مون گول میپ پہ ہونا۔" آسیہ اس سے زیادہ چمک کے بولی تھیں۔

"واہ اماں! واہ! کیا بات کہی ہے آپ نے۔" دائم نے سرد ہنسا تھا۔

"میں تو سچی بات کہتی ہوں بھی بس اللہ ساری بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے آمین۔" آسیہ تفاخر سے کہتے ہوئے آخر میں سنجیدہ ہوئی تھیں۔
نجانے انکی اپنی بیٹیوں کا نصیب کب کھلنا تھا۔

آج کوثر پھپھو نے گھر پہ ہی درزن کو بلوار کھا تھا جس نے شادی کیلئے کپڑے سینے تھے۔ کوثر اسکے ساتھ مصروف تھیں اور نیا ایک طرح سے فارغ تھی تو پریشے کے پاس چلی آئی تھی۔

"اچھا ہوا تم آگئیں۔ چلو! تمہیں شاہ تاج پھپھو کے پورشن کی سیر کرواتی ہوں۔" پریشے خود بھی وہیں جا رہی تھی۔

"کیا وہ کوئی امیوزمنٹ پارک ہے۔" نیا اس سے کچھ حد تک بے تکلف ہو چکی تھی۔

"جانی وہاں کے سکون کا چارم تمہاری پھپھو کے پورشن سے کہیں زیادہ ہے۔" پریشے نے اسکی گزشتہ بات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا تھا۔

"جانی! نیا کے گال سرخ پڑے۔ ایک تو یہ پریشے بولتے ہوئے سوچتی بالکل نہیں تھی۔

شاہ تاج بیگم کے پورشن میں خاموشی کا مکمل راج تھا۔

"ضامن لالہ پھپھو کو ڈاکٹر کے پاس لے کے گئے ہیں اور ان دونوں کے علاوہ یہاں کوئی نہیں رہتا۔" پریشہ نے اسے صوفیہ پیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"تو پھر ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟" نیا نے اچنبھے سے پوچھا۔ جب گھر والے نہیں تھے وہ یہاں کیا گھاس کھودنے آئے تھے۔

"تم یہاں کی سیر کرنے آئی ہو اور میں کپڑے استری کرنے۔ پھپھو اور ضامن لالہ کے کپڑے میں اور رابعہ باری باری پر لیں کرتے ہیں۔ آج میری باری ہے۔" پریشہ نے تفصیلاً جواب دیا تھا۔

"لاؤ میں کر دیتی ہوں۔" نیا نے آفر کی۔

"او نہوں! تم مہمان ہو۔" پریشہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی نہیں مل جل کے کر لیتے ہیں۔ یوں باتیں اور کام دونوں آرام سے ہو جائیں گے۔" نیا نے درمیانہ راستہ نکالا تو پریشہ بھی متفق ہو گئی تھی۔

استری کا کام مکمل ہوا تو پریشہ شاہ تاج بیگم کے کپڑے انکے کمرے میں رکھ آئی تھی۔

نیا دیوار پہ لگی ضامن جہاندار اور شاہ تاج بیگم کی تصویر کو دیکھنے لگی تھی۔

"جب ضامن بھائی گریجویٹ ہوئے تھے یہ تصویر تب کی ہے۔ جب جب ہم میں سے کوئی گریجویٹ ہوا ہے پھپھو ایک اسپیشل تصویر بنواتی ہیں۔" پریشہ نجانے کب لوٹ آئی تھی نیا کو معلوم ہی نہیں ہوا تھا۔

"تم آگئیں!" وہ اسے دیکھ کے ہولے سے مسکرائی تھی۔

"چلو! آؤ اب ضامن لالہ کے کمرے میں چلتے ہیں۔" پریشہ اب ضامن کے استری شدہ کپڑے اٹھائے کھڑی تھی۔

"میں وہاں جا کے کیا کروں گی؟ تم رکھ آؤ پھر واپس چلتے ہیں۔" نیا نے انکار کر دیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں اتنا ڈھیر کپڑوں کالے کے سیڑھیاں چڑھ سکوں گی۔ ان کپڑوں کے نیچے دب کے مری نہ تو الزام تمہارے سر آئے گا نایاب عبداللہ۔" پریشے نے کچھ سوٹ اسے پکڑائے تھے۔

"اور جیسے میں تو ڈر گئی بھی۔" نیا اٹھتے ہوئے بولی تھی۔

ضامن جہان داد کا بیڈ روم سیڑھیاں چڑھ کے تھا۔ آف وائٹ اور ڈارک براؤن کلر اسکیم سے سجاوہ کمرہ بلاشبہ مکین کے اعلیٰ اور نفیس ذوق کا ضامن تھا۔

"اچھا ہے نہ ضامن لالہ کا بیڈ روم۔" پریشے پوچھ رہی تھی۔

"ہوں!" نیا نے صرف سر ہلایا تھا۔

وہ اور کیا کہتی وہ شخص خود بھی تو اچھا تھا نہ۔

وہ چلتے ہوئے کھڑکی کے پاس آگئی تھی۔ پریشے الماری کھول کے کھڑی ہو گئی تھی۔

"آسمان کی بلندیوں جیسے ہوتے ہیں کچھ لوگ، نظر تو آتے ہیں پر دسترس میں نہیں۔" نیلگوں آسمان کی وسعتوں کو کھوجتے ہوئے نیا نے سوچا تھا۔

"نیا!" عقب سے پریشے کی آواز آئی تھی۔

نیا نے چونک کے دھیرے سے رخ موڑا تھا۔

"آج تمہارا کھیل ختم نایاب عبداللہ۔" پریشے دونوں ہاتھوں سے ریوالتوں میں جکڑ کے اس پہ تانتے ہوئے سفاکی سے کہہ رہی تھی۔

نیا نے شکوہ کے پہلے اسے اور پھر ہاتھ میں تھامے ہوئے ریوالت کو دیکھا تھا۔ اس نے اپنی شہ رگ پہ ہاتھ رکھ کے خود کو کمپوزڈ کیا۔

"ایسا مذاق مت کرو پریشے۔" نیا اسکی مذاق کی عادت جانتی تھی۔

"یہ مذاق نہیں تمہارا آخری وقت ہے نیا۔" پریشے اسکی جانب قدم بڑھاتے ہوئے سرد مہری سے بولی تھی۔

نیا کا حلق خشک ہوا تھا۔

"خبردار! ہلنے کی کوشش مت کرنا۔" پریشے نے اسے پیچھے ہٹتے دیکھ کے وارن کیا تھا۔

نیانے ادھر ادھر دیکھا تھا اسکے پاس اپنے بچاؤ کیلئے کچھ نہیں تھا۔

وہ اپنی پوری طاقت لگا کے حلق کے بل چلائی تھی۔

سفید سنگ مرمر کی حویلی پہ چھائے سنائے کو نایاب عبداللہ کی آواز نے جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

سیاہ پر اڑو دا خلی دروازے سے اندر داخل ہوتے دیکھ کے ملازم چوکس ہوئے تھے۔ ضامن جہان داد نے شاہ تاج بیگم کو سہارا دے کے گاڑی سے اترنے میں مدد دی تھی۔

"گاڑی گیراج میں کھڑی کر دو۔" ضامن نے چابی ملازم کی جانب بڑھاتے ہوئے ہدایت دی تھی۔

"کیوں بیٹا؟ تم نے واپس نہیں جانا۔" شاہ تاج بیگم نے اچنبھے سے پوچھا تھا۔

"نہیں پھپھو! تھوڑا آرام کرنا چاہ رہا ہوں۔" وہ پوری رات کا جاگا ہوا اب کچھ دیر سونا چاہتا تھا۔

شاہ تاج بیگم کو وہ سیدھا اپنے پورشن میں لے کے آیا تھا۔ ڈاکٹر نے سختی سے شاہ تاج بیگم کو آرام کرنے کی ہدایت دی تھی جس پہ عمل کرنے کا ضامن جہان داد کا پورا پورا ارادہ تھا۔

وہ شاہ تاج کو انکے کمرے میں چھوڑ کے واپس پلٹا ہی تھا کہ زوردار چیخ نے ان دونوں کو چوکایا تھا۔

"یہ کون چیخ رہا ہے؟" شاہ تاج بیگم کا ہاتھ بے اختیار سینے پہ ٹکا تھا۔

"آواز تو اوپر سے آئی ہے اور یہ آواز تو۔۔۔۔۔" ضامن نے بات ادھوری چھوڑی تھی۔ خوف میں ڈوبی اس آواز سے تو وہ شناسا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں۔" ضامن لب بھینچے سیڑھیاں آہستگی سے چڑھنے لگا تھا۔

اوپر نجانے کیا معمہ درپیش تھا ضامن جہانداد کیلئے جاننا ضروری تو تھا ہی پر ساتھ میں یہ بے چینی بھی تھی کہ آخر وہ لڑکی اوپر کر کیا رہی تھی۔

"کوئی نہیں! کوئی نہیں آئے گا تمہیں بچانے۔" پریشہ غرائی تھی۔

"کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟ کوئی بات بری لگی ہے تو ہم بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" نیا چہرے پہ آیا پسینہ پونچھتے ہوئے بولی تھی۔

"کہانہ تمہارا وقت ختم ہوا پھر بھی تم کوشش کرنا چاہتی ہو تو چیخو۔۔۔ اور چیخو! تمہاری یہ چیخیں میرے زخموں کیلئے مرہم ہیں۔" پریشہ نے آنکھیں موندتے ہوئے کہا تھا۔ اس وقت بالکل ہی سائیکو لوگ رہی تھی۔

"پریشہ! تمہیں اچانک سے کیا ہوا ہے؟" نیا پیچھے ہٹے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اسے اب پریشہ سے خوف آ رہا تھا۔

یہ لڑکی تو اسکی جان لے کے چھوڑے گی۔

"یا اللہ! مجھے اس مصیبت سے نکال۔" نیا نے آنکھیں بند کر کے التجا کی تھی۔ دونوں ہاتھ گردن پہ ٹکے ہوئے تھے اور وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو ادا مغ خراب ہو گیا ہے اس لڑکی کا۔" کسی نے اسے جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ پریشہ کو مارا تھا۔

چٹاخ کی زوردار آواز سے نیا کے اعصاب جھنجھنا اٹھے تھے۔

"لالہ آپ!" پریشہ کے چودہ طبق ہی نہیں آنکھیں بھی ضامن کے ایک تھپڑ سے کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

اس کے ہاتھ سے ریوالتور چھوٹ کے دور جا گرا تھا۔

نیا دیوار سے ٹکی ادھ کھلی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھا تھا۔

ضامن جہانداد ایک بار پھر سے اسے بچا چکا تھا۔

ضامن جہانداد جب اوپر اپنے کمرے میں پہنچا تو حیرت کے شدید جھٹکے کا شکار ہوا تھا۔ دیوار سے لگی خوفزدہ سی نیا اور اس پہ ریو الورتانے ہوئے پریشہ جو کوئی سائیکو ہی لگ رہی تھی۔

ضامن کا دماغ اسکی باتوں پہ مزید گھما تھا اور یہ اسی غصے کا شدید ری ایکشن تھا کہ نیا کو پریشہ کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے اس نے پریشہ پہ ہاتھ اٹھایا تھا۔

"کیا! ہاں کیا حرکت تھی یہ؟" ضامن جہانداد دانت پہ دانت جمائے اس سے مخاطب تھا۔

"لالہ!۔۔۔" پریشہ گال پہ ہاتھ رکھے ابھی تک سن تھی۔

"میں نے تمہیں کہا نہ تھا خود پہ کنٹرول کرو۔ کیوں کیا تم نے یہ؟ کیسے اٹھایا میری اجازت کی بنا میرا ریو الورتانے کیوں کیا یہ سب؟"

ضامن جہانداد کے اتنے سوالوں کے جواب میں بس پریشہ کی خاموشی تھی۔

"پریشہ خانم! مجھے جواب چاہئے۔" وہ اب کی بار شیر کی مانند دھاڑا تھا۔

نیا کا دل سوکھے پتے کی طرح لرزا تھا۔

"لالہ! میں تو۔۔۔ مذاق کر رہی تھی۔" پریشہ اسکی دھاڑ پہ بوکھلائی تھی۔

اسکا پاگل پن ضامن کا غصہ دیکھ کے ویسے ہی ہاتھوں کے طوطے کی مانند اڑ چکا تھا۔

"اتنا گھٹیا مذاق! وہ بھی مہمان کے ساتھ۔۔۔ تم! تم! پریشہ خاتون ذرا میرے ساتھ چلو۔" ضامن جہانداد فیصلہ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"لالہ! پلیز آئی ایم سوری کسی کو مت بتائیں۔ میں سچ میں نیا سے مذاق کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی اسے ڈر نہیں لگتا تو۔۔۔"

"تو تم نے سوچا کہ اسکے ساتھ موت کا کھیل کھیلا جائے۔ ہاں!" ضامن اسکی بات کاٹ کے درشتی سے بولا تھا۔

"لالہ! پلیز! نیا تم لالہ کو بتاؤ نہ۔" پریشے کے آنسو گال پہ بہنے لگے تھے۔ آنسوؤں میں بھیگی ہوئی آواز کے ساتھ اس نے نیا کو پکارا تو ضامن کو بھی اس کا خیال آیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں۔" وہ اسکے سامنے بیٹھا فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔

نیا نے جھکی پلکیں اٹھائی تھیں۔ ضامن جہانداد کے دل کی دنیا زیروزبر ہوئی تھی۔ جھیل سی آنکھوں کے گلابی پن میں بے تحاشہ خالی پن تھا۔ ان آنکھوں میں ایک خاموش شکوہ تھا۔

"ہر بار میں ہی کیوں؟"

ضامن جہانداد کے دل کا بوجھ بڑھا تھا۔

"پریشے! لیٹس گو۔" وہ سرد مہری سے کہتے ہوئے اٹھا تھا۔

"لالہ! آئی ایم ویری سوری۔ میں صرف مذاق کر رہی تھی۔ آئی سوئیر میرا کوئی ارادہ نہیں تھا نیا کو نقصان پہنچانے کا۔ پریشے! تم انہیں بتاؤ نہ!" پریشے کی جان پہ بن آئی تھی۔

ضامن جہانداد نے ابھی گھر والوں کے سامنے اگر یہ معاملہ رکھ دیا تو شاہ تاج بیگم نے اسے چھوڑنا نہیں تھا۔

"کیا بتاؤں کہ ہر بار میں ہی تمہیں ملتی ہوں ایسا مذاق کرنے کیلئے۔" نیا نے طنز نہیں کیا پر اس کا لہجہ کسی خنجر سے زیادہ گھائل کر گیا تھا۔ پریشے لب کاٹ کے رہ گئی تھی۔

"رابعہ! تم ذرا میرے کمرے میں آؤ گی۔" ضامن فون پہ مخاطب تھا۔

"چلو! تم۔" فون بند کر کے وہ سرد مہری سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

پریشے مرے مرے قدموں سے اسکے ہم قدم ہوئی تھی۔

"نیا! کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو۔" رابعہ ضامن کے فون کرنے پہ آئی تو نیا کو دیکھ کے چونک اٹھی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" نیاتب تک خود کو سنبھال چکی تھی۔ اسے جواب دیتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تو قدم لڑکھڑائے تھے۔

"آرام سے!" رابعہ نے اسے سنبھالا تھا۔

"تمہارے ہاتھ اتنے ٹھنڈے کیوں ہو رہے ہیں؟" رابعہ اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے چونکی تھی۔

نیا جواب میں خاموش رہی تھی۔

"ایسا بھی کیا ہوا ہے یہاں؟ کیا ضامن لالہ نے کچھ کیا ہے؟ کیا کوثر چچی اور فارس بھائی سے بات کروں؟" رابعہ نے الجھ کے سوچا تھا۔

"زہرہ! یہ لڑکی ہمارے بس میں نہیں رہی۔ اسے وداع کرنے کی تیاری کرو۔ فارس، ملاحت اور مہوش کی شادی کے ساتھ ساتھ اب پریشے کی بھی شادی ہوگی۔" شاہ تاج بیگم

"پھپھو! میں مانتی ہوں میں نے غلطی کی ہے اور میں اس کے لئے شرمندہ بھی ہوں پر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مجھے گھر سے نکال دیں۔"

"خاموش لڑکی! تم حد سے بڑھتی جا رہی ہو۔ تم شرمندہ ہو یا نہ ہو پر ہم اس لڑکی کے آگے آج پھر سے شرمندہ ہوئے ہیں۔" شاہ تاج بیگم نے درشت انداز میں کہا تھا۔

"ہم تمہاری شادی کر رہے ہیں پریشے، جو کہ ہر ایک کی ہوتی ہے۔ الفاظ کا انتخاب سوچ سمجھ کے کیا کرو۔" ضامن نے سرد مہری سے سرزنش کی تھی۔

"اچھا لالہ! تو پھر آپ کیوں نہیں کرتے شادی؟" پریشے نے طنز کیا تھا۔

"انف! یہ تمہارا مسئلہ نہیں۔" ضامن کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گی۔ ایسے تو بالکل نہیں!" پریشے نے انگلیاں مروڑتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

"پریشہ! اب ایک لفظ اور نہیں۔" شاہ تاج بیگم نے تنبیہ کی تھی۔

"کونسا میں نے اتنا بڑا گناہ کر دیا ہے جو آپ لوگ میرے ساتھ یہ کر رہے ہیں۔ میں نیا کے پاؤں پڑ جاؤں تو چین پڑ جائے گا آپ لوگوں کو۔" پریشہ پھٹ پڑی تھی۔

"نہیں تمہیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کوثر چچی! آپ اپنی بھتیجی کو واپس بھیج دیں۔ نایاب عبد اللہ اب مزید یہاں نہیں رہ سکتیں۔" ضامن اسے جواب دیتے ہوئے سنجیدگی سے کوثر بیگم سے مخاطب ہوا تھا۔

شاہ تاج بیگم اور کوثر دونوں نے ہی چونک کے اسے دیکھا تھا۔

☆☆☆☆☆

"آپ نایاب عبد اللہ کو واپس بھیج دیجئے چچی۔" ضامن جہانداد یہ بات کر کے لاؤنج میں موجود تمام نفوس کو گو کہ چونکا گیا تھا پر سب سے زیادہ حیرت کا جھٹکا کوثر بیگم کو لگا تھا۔

"یہ خواہش ہے، حکم ہے یا پھر درخواست ہے۔ میں جاننا چاہوں گی ضامن جہانداد۔" کوثر نے سنجیدگی سے سوال کیا تھا۔
ضامن کی اس گھر میں چلتی تھی پر اتنی بھی نہیں کہ وہ گھر کے بڑوں کو حکم دینے لگے۔

"تقاضہ ہے! وقت کا تقاضہ ہے چچی۔" ضامن کی آواز مدہم مگر واضح تھی۔ کوثر کے دیئے گئے آپشنز کو منتخب کرنے کے بجائے اس نے اپنا انتخاب ان کے سامنے رکھا تھا۔

"متفق! سو فیصد متفق ہے ضامن، واقعی وقت کا تقاضہ ہے۔ نیا کا اس گھر میں آنا وقت کا ہی تقاضہ ہے اور وہ تقاضہ چونکہ ابھی مکمل نہیں ہوا اس لئے نیا واپس نہیں جائے گی۔" کوثر بیگم نے ڈھکے چھپے لفظوں میں انکار کیا تھا۔

"تو کیا آپ کو اپنی بھتیجی کی سیلف ریسپیٹ کی کوئی پروا نہیں۔ اس گھر میں اپنے پہلے دن سے لے کے اب تک آپ کی بھتیجی نے صرف اور صرف تکلیف ہی اٹھائی ہے۔" ضامن جہانداد کو سب دکھائی بھی دیتا تھا اور محسوس بھی ہوتا تھا جس کا اظہار کرنے سے وہ خود کو روک نہیں پایا تھا۔

"کیا نایاب بیٹی کے ساتھ پہلے بھی کسی نے بد تمیزی کی ہے؟" رحیم داد نے پہلی بار لب کشائی کی تھی۔

ضامن نے صرف سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا۔

"نام بتانے کی زحمت تو کرنی نہیں پڑے گی تم سمجھ ہی چکے ہو گے۔" شاہ تاج بیگم نے بھائی کو مخاطب کیا تھا۔

"پریشے! آپ اپنے کمرے میں جائیں بیٹا۔" رحیم داد نے کچھ بھی کہنے سے قبل پریشے کو منظر سے ہٹانا ضروری سمجھا۔

"پر۔۔۔۔۔" پریشے نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں نے کیا کہا ہے بیٹا؟" رحیم داد نے تنبیہی انداز میں پوچھا۔

"اچھا!" وہ جھلائے ہوئے انداز میں کہتی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"میں نے اس گھر کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک فرد کو اپنا سمجھا تھا اور نیا کو اس لئے میں نے کسی کے ساتھ بات کرنے سے نہیں روکا تھا

پر آج۔۔۔۔۔ آج ثابت ہو گیا کہ میری سوچ کتنی غلط تھی۔ میں نیا کو واپس نہیں بھیجوں گی پر میں اسے آپ لوگوں سے اب ملنے بھی نہیں

دوں گی۔ اسے میں نے کتنے مان کے ساتھ بلوایا تھا اور کتنی تاکید کے ساتھ میرے بھائی نے نیا کو مجھے سونپا تھا۔ میں اپنے بھائی سے کیا کہوں گی

کہ آپ کی بیٹی کو میں نے اس لئے بھیج دیا کیونکہ میں آپ کی بیٹی کی کسی لحاظ سے حفاظت نہیں کر سکی۔ آپ لوگ تو مجھے پرایا کر ہی چکے ہیں

لیکن یہ سننے کے بعد میرا بھائی بھی مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھے گا۔" بولتے بولتے کوثر بیگم کی آواز بھرا گئی تھی۔

ضامن جہان داد اپنی جگہ حق دق رہ گیا تھا۔

اس کے کہنے کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں تھا۔

ہاں! ہاں وہ چاہتا تھا کہ نیا یہاں سے چلی جائے تاکہ وہ مزید ہرٹ نہ ہو، اسکی تکلیف ضامن کو بھی تکلیف دیتی تھی۔

وہ سامنے ہوتی تھی تو دل اسکی خواہش کرنے لگتا تھا۔

اگر وہ چلی جاتی تو شاید ضامن کے دل کو سکون مل جاتا۔

فارس کی کہی باتوں نے ضامن کے دل میں جو الاؤ روشن کیا تھا وہاں دائم نام کی چنگاری بھڑکنے لگی تھی۔
اس لئے وہ چاہتا تھا کہ نیا یہاں سے چلی جائے۔

لیکن !

محبوب آنکھ سے اوجھل ہو تو بھی دل کے کورے کاغذ پہ پہلی محبت کے رنگ کبھی پھیکے نہیں پڑا کرتے۔

پریشے نے کمرے کا دروازہ کھولا تو رابعہ کے علاوہ ساری ہی اس کے کمرے میں موجود تھیں۔

پریشے نے ایک گہری سانس لے کے ان سب پہ ایک گہری نگاہ ڈالی۔ ہاتھ بڑھا کے دروازہ آگے کیا تو وہ زوردار آواز پیدا کرتے ہوئے اسکی پشت پہ بند ہوا تھا۔

ملاحظہ اپنی جگہ سے اچھل ہی پڑی تھی۔

"تمہارا بھوت ابھی تک اترا نہیں۔" وہ اسے عجیب نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

"ضامن لالہ کا تھپڑ کھانے کے بعد کس کا بھوت ٹک سکتا ہے۔" پریشے بڑبڑاتے ہوئے دھپ سے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔

"انہوں نے تمہیں مارا؟" مہوش سمیت سب نے بیک وقت پوچھا تھا۔

"میں فارسی تو نہیں بولتی جو تم لوگوں کو سمجھ نہ آیا ہو۔" پریشے بھنائی تو سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

پریشے بیڈ پہ چت لیٹ کے چھت کو دیکھنے لگی تھی۔

"تو پھر اب؟" بہت دیر بعد ملاحظہ بولی تھی۔

"ضامن لالہ اور بڑی پھپھو میری شادی کر کے ہمیشہ کیلئے مجھے اس گھر سے دفع کر رہے ہیں۔" پریشے ہنوز چھت کو دیکھ رہی تھی۔

"تم نے کیا کہا پھر؟"

"مجھے کیا کہنا چاہئے تھا۔ میں نے شرارت کی تھی کوئی قتل نہیں جو مجھے یوں کالے پانی کی سزا دی جا رہی ہے۔"

"تمہاری یہ شرارت قتل بھی بن سکتی تھی پریشہ، وہ ضامن لالہ کاپسٹل تھا۔ ضامن لالہ کاپسٹل جو ہمیشہ لوڈ ہوتا ہے۔ اگر گولی چل جاتی تو؟" ملاحظہ سوچ سوچ کے کہہ رہی تھی۔

پریشہ نے چھت سے نگاہیں اٹھا کے ملاحظہ پہ جمائیں۔

"تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں نیا کو مارنا چاہتی تھی۔ وہ صرف ایک پرینک تھا، ایک اسٹنٹ جس میں حقیقت کارنگ میری ایکٹنگ اسکلز نے بھرا۔ تم جانتی ہو یونیورسٹی کی ڈرامیٹک سوسائٹی کی اہم ممبر ہوں۔" پریشہ نے اسے یاد دلایا تھا۔

"تمہیں ایک مہمان پہ ان اسکلز کا استعمال نہیں کرنا چاہئے تھا۔" مہوش مدھم آواز میں بولی۔

"اب ہو گیا یار، ڈانٹ، تھپڑ اور سزا سب کچھ تو ہو گیا۔ ناؤ آئی ایم فیڈ اپ۔" پریشہ تنگ آگئی تھی۔

"تمہیں نیا سے ایکسکوز کرنا چاہئے۔" ملاحظہ نے مشورہ دیا۔

"کر لوں گی بعد میں! وہ سمجھ جائے گی۔" پریشہ پیر جھلاتے ہوئے اطمینان سے بولی تھی۔

"اس کا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

ان سب کے دماغ میں ایک ہی سوچ تھی۔

"کوثر! نایاب جتنی تمہاری رشتہ دار ہے، اتنی ہی ہماری بھی ہے۔ کہیں نہیں جا رہی وہ، تم بے فکر رہو۔ جس کام کیلئے بلوایا ہے، اسے مکمل کر کے ہی بھیجنا۔" اس سے پہلے کہ بات مزید بگڑتی شاہ تاج بیگم نے لب کشائی کی تھی۔

"لیکن پھپھو۔۔۔۔" ضامن نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس ضامن! ہم چھوٹوں کی غلطیوں پہ گھر کا ماحول نہیں خراب کر سکتے۔ نیا چلی جائے گی کچھ دن بعد پریشے بھی چلی جائے اور ساتھ میں اس گھر کا سکون بھی جو میں کسی قیمت پہ نہیں کھونا چاہتی۔ اس مسئلے کا کیا حل نکالنا ہے، میں سوچ کے خود آپ سب کو بتاؤں گی۔ تب تک جو جیسا چل رہا ہے ویسا ہی چلائیں۔" شاہ تاج بیگم حتمی انداز میں کہتے ہوئے اٹھی تھیں۔

انہیں جلد از جلد کچھ فیصلے لینے تھے۔

فارس گھر لوٹا تو اسے گھر میں ہو چکے ہنگامے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس پہ بس ایک ہی دھن سوار تھی کہ جلد از جلد ضامن سے مل کے اسکی غلط فہمی دور کرے۔

اسے تیز تیز قدموں سے ضامن کے کمرے کی جانب بڑھتے دیکھ کے رابعہ کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔

اسے پہلے ہی شک تھا کہ ضامن کے کمرے میں کچھ تو ہوا تھا دنیا کے ساتھ، رہی سہی کسر فارس کے انداز نے پوری کر دی تھی۔

"پریشے سے بات کرنے کے بجائے فارس بھی ضامن لالہ کے کمرے میں کیوں جا رہے ہیں؟ کیا جو میں سوچ رہی ہوں وہ ٹھیک ہے؟ اللہ نہ کرے۔" رابعہ جتنا سوچتی جا رہی تھی اتنا ہی الجھتی جا رہی تھی۔

وہ جسے بھولنے کی خواہش میں

میں نے مصروفیت کو اوڑھاتھا

رات کو ٹوٹا بدن لے کر جب

گرا تھا میں اپنے بستر پہ

اس کی یادوں نے دیر تک

میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں

"تم دل و دماغ سے کیوں نہیں جانتیں نایاب عبد اللہ؟" ضامن اسکے تصور سے مخاطب تھا۔

دروازے پہ مدھم سی دستک ہوئی۔ ضامن نے سن کے بھی ان سنی کر دی۔ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر دروازہ کھل کے بند ہوا تھا۔
ضامن نے ایک گہری سانس لی تھی۔

"تو ایسا کیا ہے جسے بتانے کیلئے تم اتنے بے چین ہو فارس؟" وہ بنا پلٹے بولا تھا۔

ہارون اور فارس کے علاوہ کوئی ایسے نہیں کرتا تھا۔ ہارون یہاں تھا نہیں پیچھے بچا فارس سو ضامن کے حساب سے اس وقت وہی تھا۔
"میں تم سے ایک سوال کا جواب لینے آیا ہوں ضامن۔" فارس بے حد سنجیدہ تھا۔

"ہوں!" ضامن سن رہا تھا۔

"اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے سے فون پہ بات کر رہی ہے تو کیا اسکا ایک ہی مطلب لینا ضروری ہے؟"

فارس کے سوال پہ ضامن بے اختیار اسکی جانب گھما تھا۔

اندر جیسے کچھ کلک ہوا تھا۔

"تو وہ لڑکا اسکا۔۔۔۔۔" ضامن نے سوچتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑا۔

کشادہ پیشانی شکن آلود ہوئی تھی۔

"ہاں! وہ لڑکا اس کا بھائی بھی تو ہو سکتا ہے جیسے نیا کا بھائی دائم۔" فارس نے کہنے کے ساتھ مثال بھی دی تھی۔

ضامن کو لگا تھا اسکی سانسیں تنگ پڑی ہیں۔ اس نے کیوں نہیں سوچا تھا اس منہ پہ کہ دائم نامی لڑکا نیا کا بھائی بھی ہو سکتا ہے۔

"دائم! بھائی ہے۔۔۔۔۔ یعنی کہ وہ لڑکا نایاب عبد اللہ کا بھائی ہے۔" ضامن نے جیسے تصدیق چاہی تھی۔

"ہاں! بھائی! وہ نایاب عبد اللہ ہے جو اس طرح صرف اپنے بھائی سے بات کر سکتی ہے۔" فارس کا انداز جتنا ہوا تھا۔

"اور جس پہ میں نے نہیں سوچا، میرا ذہن اس طرف گیا ہی نہیں۔" ضامن جہانداد اپنا احتساب خود ہی کر رہا تھا۔

"مجھے اس پہ افسوس ہے۔" فارس سنجیدہ تھا۔

اس شخص کو وہ اپنی بہن کیلئے سوچ رہا تھا جو پہلے ہی آزمائش پہ یوں بے یقین ہو کے لڑکھڑایا تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب میں تمہیں اس قابل نہیں لگتا کہ اس ٹائم ٹومیک ہوم کو جسٹفائی کر سکوں۔" ضامن نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسکی رائے جانی چاہی تھی۔

فارس مسکرایا۔ وہ ضامن کی انا، اسکی خودداری غرض کہ اسکا ایک ایک رنگ پہچانتا تھا۔

"ہاں لیکن اگر ضامن جہانداد اس بات کا عہد کرے کہ وہ نئے رشتوں کے سنگ آنے والی الجھنوں کو بات کر کے، اپنے شریک سفر سے شئیر کر کے انہیں دور کرے گا تو ہاں! ہاں ضامن جہانداد فارس اس بات پہ یقین رکھتا ہے کہ اس ٹائم ٹومیک ہوم۔" فارس کے جواب نے ضامن جہانداد کی زندگی میں خوشیوں اور محبت کا دروا کیا تھا۔

ضامن جہانداد کے وجیہ چہرے پہ ایک بھرپور مسکراہٹ ابھری تھی۔

اس نے بے ساختہ فارس کو گلے لگایا تھا۔

"اس ٹائم ٹومیک ہوم۔"

ضامن جہانداد تیار تھا۔

نیا اس واقعے کے بعد اپنے کمرے میں بند ہو کے رہ گئی تھی۔ کوثر اسے سمجھ رہی تھیں اس لئے ٹائم دے رہی تھیں لیکن عشاء تک انکا ضبط بھی جواب دے گیا تھا۔

"نیا!" انہوں نے دھیرے سے پکارا تھا۔

"پھپھو آپ!" وہ جو آنکھوں پہ ہاتھ دھرے لیٹی تھی اٹھ کے بیٹھی تھی۔

"ہاں میں! نیا آج جو ہوا وہ اچھا نہیں تھا پر تم فکر نہ کرو۔ میں نے سب کو سیدھا کر دیا ہے۔ تم بھی اب کسی کو منہ مت لگانا۔" کوثر اسے سمجھا رہی تھیں۔

"آپ مجھے واپس بھیج دیں پھپھو میں اس لئے تو یہاں نہیں آئی تھی۔" نیا جو اس وقت سے یہی سوچ رہی تھی اب ان سے کہہ بھی رہی تھی۔
 "میں جانتی تھی تم یہی کہو گی لیکن میں تمہیں نہیں جانے دوں گی نیا، زندگی میں آگے اس سے بھی مشکل مقامات آئیں گے کبھی، آج جو ہوا اس سے حاصل ہونے والا سبق تمہاری کل کو مدد کرے گا۔ تم یہیں رہو، ڈٹ کے مقابلہ کرو۔ کسی کو نرمی سے تو کسی کو سختی سے ڈیل کرو کیونکہ فرار مسئلے کا حل نہیں ہوتا۔" کوثر نے سمجھایا تھا۔

"مجھے یہاں ہمیشہ تو نہیں رہنا، میں یہاں لوگوں کیلئے موقع بن کے نہیں رہ سکتی۔" نیا کا جواب صاف تھا۔

"نیا! میں تمہاری پھپھو ہوں۔ پھپھی بھتیجی ایک ذات ہوتی ہے۔ تمہاری تکلیف میری تکلیف ہے اور میں تمہارے ساتھ اب کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی۔ انڈرا سٹینڈ! اتنا تو مجھ پہ یقین ہے نہ؟" وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔

کلاسک اردو مشیریل

"ہے! بہت ہے۔"

"تو بس چلو اٹھو۔ مین کچن میں آ جاؤ، ہم سب کے ساتھ ڈنرو ہیں کریں گے تاکہ سب کو علم ہو جائے تم میدان چھوڑ کے نہیں جا رہیں۔ اوکے!" کوثر نے کہا تھا۔

"پھپھو!" نیا انہیں دیکھ کے رہ گئی۔

"اٹھو نیا! زندگی کے مذاق کبھی کبھی پریشے کے مذاق سے زیادہ بھیانک ہو جاتے ہیں۔ ایک بات کو ہی لے کے مت بیٹھو۔" کوثر نے اب کی بار سخت انداز اختیار کیا تھا۔

"ٹھیک ہے! میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔" نیا انکی بات سمجھ گئی تھی اس لئے اب انکی بات رکھنی تو تھی۔

ضامن نے کھڑکی کھول کے رات کی خوشگوار ہوا کو اپنے کمرے میں آنے کا اذن دیا تھا۔
ہوا کے رتھ پہ سوار چاند کی نقرئی کرنوں نے ضامن جہانداد کی خواب گاہ میں اپنا جلوہ بکھیرا تھا۔

ان دنوں دل میرا

مجھ سے ہے کہہ رہا

تو خواب سجا

جانے پہچانے بولوں نے سماعتوں پہ دستک دی تھی۔ ضامن جہانداد ہولے سے مسکرایا تھا اور نگاہ پل بھر کو چونکی تھی۔

کھڑکی کے پاس نیچے قالین پہ کچھ چمک رہا تھا۔

ضامن نے جھک کے اٹھایا۔

"یہ لاکٹ کس کا ہے؟" اسکی دو انگلیوں کی گرفت میں نازک چین تھی۔ کوئی جانا پہچانا احساس جاگا تھا۔ ضامن کی نظر لاکٹ کے ڈیزائن پہ
ٹھہری تھیں جو انگلش کا حرف تہجی این تھا۔

"نایاب عبد اللہ!" ضامن نے دھیرے سے اس لاکٹ کو اپنی چوڑی ہتھیلی کے حصار میں لیا تھا۔

لاکٹ اس بند مٹھی میں مقید ہوا تھا۔

نیا کو آج یہیں اس جگہ کھڑے پایا تھا۔ ضامن نہیں جانتا تھا کہ کیسے پر نیا کالاکٹ یہیں گر گیا تھا۔

"آپ ضامن جہانداد کی آنکھوں کا پہلا خواب ہیں نایاب عبد اللہ جس کے ساتھ مجھے گھر بنانا ہے۔" ضامن جہانداد نے بند مٹھی کو اپنے کشادہ سینے پہ رکھ کے سوچا تھا۔

ہے تجھے بھی اجازت

تو بھی کر لے محبت

"محبت دل کے نہاں خانوں میں نہیں، محرم بن کے ساتھ اچھی لگتی ہے۔" ضامن جہانداد محبت کو اس پیرائے میں دیکھتا تھا۔

بے رنگ سی ہے بڑی

کچھ رنگ تو بھروں

میں اپنی تنہائی کے واسطے

اب کچھ تو کروں

"آپ جلد میرے ساتھ ہوں گی۔ ان تنہائیوں میں حصہ دار ہوں گی۔" ضامن جہانداد نے دھیرے سے ہاتھ کے اس حصے کو چھوا تھا جہاں کبھی نیا کا ہاتھ پل بھر کیلئے ہی سہی ٹھہرا تھا۔

وہ لمس جیسے ضامن کے ہاتھ پہ امر ہو گیا تھا۔

ضامن نے دھیرے سے ہتھیلی کھولی تھی۔ چاندنی میں نہایا لاکٹ روبرو تھا۔ اس لاکٹ میں 'اس چین میں نایاب عبد اللہ کا احساس تھا۔

ضامن جہانداد نے نرمی سے لاکٹ کی چین کو اپنی انگلی پہ لپیٹا تھا۔

اس چین کا ہر بل نایاب عبد اللہ کے لمس کے احساس سے جڑا ہوا تھا۔

لمس یادداشت رکھتے ہیں۔

کسی نے ٹھیک کہا تھا اور ضامن جہانداد وہ رشتہ چاہتا تھا جس کے حق سے وہ اس یادداشت کا تحفہ نایاب عبد اللہ کو دے سکے۔

ضامن جہانداد نے احتیاط سے لاکٹ کو لا کر میں رکھا تھا۔

"یہ اب آپ کا تب ہو گا جب آپ کے وجود کا نور اس کمرے میں ہو گا۔" ضامن جہانداد تصور میں نیا کے عکس سے مخاطب تھا۔

ضامن جہانداد کیلئے یہ محبت کرنے کے دن تھے۔

تو ہے وہ خواب جو آنکھوں سے اتارا نہ گیا

تو وہ خواہش ہے جو ہم سے کبھی نہ ماری گئی

فارس ضامن سے بات کر کے نکلا تو اس کا رخ کچن کی جانب تھا۔

"فارس بھیا! بات سنیں۔" رابعہ نے جھجک کے اسے پکارا تھا۔

"ہاں! رابعہ بولو۔"

"مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا۔" رابعہ نے بات شروع کی تھی۔

"کیا؟"

"دیکھیں انسان جذبات اور محبت میں بہہ کے کبھی کبھی حد سے گزر جاتا ہے۔" رابعہ سوچ سوچ کے کہہ رہی تھی۔

رابعہ کی تمہید فارس کے سر کے اوپر سے گزری تھی۔

"کہنا کیا چاہتی ہو تم؟"

"ضامن لالہ نیاجی کو پسند کرتے ہیں۔ آپ ان دونوں کی شادی کروادیں۔ اس سے پہلے کہ مزید کچھ ہو ان کے درمیان۔"

"انکے درمیان پہلے کیا ہوا ہے رابعہ؟" فارس کے سر پہ جیسے بم پھٹا تھا۔

"وہ تو مجھے نہیں پتہ لیکن۔۔۔۔۔" رابعہ نے اسے آج ہونے والے واقعے کی تفصیلات بتائی تھیں۔

فارس کے سر میں شدید درد اٹھا تھا۔

یہ انکا گھر تھا یا اسٹار پلس کے کسی ڈرامے کا سیٹ تھا جہاں ایسے تماشے ہو رہے تھے۔

"مجھے امی اور پھوپھو دونوں سے ابھی بات کرنی ہوگی۔"

وہ سوچتے ہوئے کچن کی سمت بڑھا تھا۔ وہ جانتا تھا کوثر اس وقت وہاں ہی دستیاب ہوں گی۔

حویلی کے بڑے کچن میں خاصی گرم گرم بحث چھڑی ہوئی تھی جس میں کوثر ابھی تک ایک خاموش سامع تھیں۔ سب سے زیادہ ساحرہ ہی بول رہی تھیں بلکہ وہی تو بول رہی تھیں۔

"زہرہ بھابھی! یہ ضامن تو اپنی حد ہی بھولتا جا رہا ہے۔ کچھ بھی تھا اسے پریشہ پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے تھا۔ اگر پریشہ کی جگہ میری بچیوں میں سے کوئی ہوتی تو میں نے ضامن کا ہاتھ ہی توڑ دینا تھا۔" وہ چمک کہہ رہی تھیں۔

کوثر بیگم کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"اسکی غلطی بھی تو دیکھو ساحرہ، نیا کی جان بھی جاسکتی تھی۔" زہرہ بیگم سنجیدگی سے بولی تھیں۔

کوثر بیگم ٹرے اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گئی تھیں۔

"ایک تو یہ نیا! آج اس گھر میں اس لڑکی کی وجہ سے ہماری بیٹی پہ ہاتھ اٹھا ہے کل کو جب یہ لڑکی بیاہ کے آئے گی تو کیا چاند چڑھائے گی۔ سوچ لیں!" ساحرہ اپنا داؤ کھیل چکی تھیں۔

کوثر لٹے قدموں واپس پلٹی تھیں۔

"تم کیا کہہ رہی ہو ساحرہ؟ اندازہ بھی ہے تمہیں۔" وہ دانت پہ دانت جما کے بولی تھیں۔

"اندازہ تو آپ کو نہیں ہے بھابھی کہ کس طرح آپ کی بھتیجی آپ کی ہی ناک کے نیچے کھیل کھیل رہی ہے۔ جس دن سے وہ لڑکی اس گھر میں آئی ہے ضامن جہان داد کے تو تیر ہی بدل گئے ہیں۔ نیا کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ہر وقت اسے ہی سپورٹ کرنا ہے۔ جس بھتیجی کو آپ نے اتنا مان دیا ہے کل کو یہی بھتیجی اسی مان کی دھجیاں بکھیر دے گی۔" ساحرہ مسلسل زہرا گلے جارہی تھیں اور باہر کھڑی نیا حق دق تھی۔

کوئی اس سے اتنی نفرت بھی کر سکتا ہے؟

اس سادہ سی لڑکی کو یقین ہی نہیں آیا تھا۔

"جب ضامن اسے یہاں سے بھیج رہا تھا تو جانے دیتیں کل کو آپ شرمندہ ہونے سے تو بچتیں۔" کوثر کی خاموشی نے ساحرہ کو اور شیر کیا تھا۔
"مجھے اب یہاں نہیں رہنا۔" نیا گال پہ پھسلتے آنسو صاف کرتے ہوئے پلٹی تھی۔

اسکا سانس بند ہو رہا تھا۔ یہ زہرا گلے لہجہ اسکی سماعتوں پہ بوجھ تھا۔

فارس کو اپنے پیچھے کھڑا دیکھ کے وہ چونکی تھی۔

یعنی وہ بھی سب سن چکا تھا۔

"فارس بھائی!" نیانے نچلا لب دانتوں تلے دبایا تھا۔

فارس اس پہ ایک نگاہ ڈالتے ہوئے اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

نیانے سرعت سے اسکا بازو تھام کے روکا تھا۔

"نہیں!" وہ شدت سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

فارس کا دل نیا کا چہرہ دیکھ کے مزید غم زدہ ہوا تھا۔

وہ اسے لئے اپنے پورشن کی سمت بڑھا تھا۔

"مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں فارس بھائی۔"

"لیکن نیا!" فارس یقیناً کچھ اور سوچ رہا تھا۔

"بس فارس بھائی اور نہیں، میں آپ سے آج پہلی اور آخری بار کچھ مانگ رہی ہوں۔ مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں۔" نیا کا انداز حتمی تھا۔

وہ ان نفرتوں کے سائے میں مزید نہیں رہنا چاہتی تھی۔ رہ ہی نہیں سکتی تھی۔ اسکے محبت کے عادی وجود نے کب اتنے کم ظرف، نفرت کے عادی لوگ دیکھے تھے۔

"ٹھیک ہے! تم تیاری کر لو۔ میں امی کو بتا کے آتا ہوں۔" فارس نے اسکی بات مان لی تھی۔

ماننی ہی تھی ایک بہن کے وقار سے بڑھ کے ایک بھائی کیلئے کچھ نہیں ہوتا۔

قیامت آئی اور گزر بھی گئی۔ ضامن جہانداد کو خبر بھی نہ ہوئی اور کوئی اسکی گلیوں سے اتنی خاموشی سے کوچ کر گیا کہ مہر گڑھ کی زمین کے سینے پہ آسمان کے آنسو بھی آج بے زبان ہوئے تھے۔

بارش خوب برسی تھی پر جل تھل اتنا خاموش تھا کہ سحری کیلئے جاگے ضامن جہانداد کو اسی پل ہی مینا برسنے کی خبر ہوئی تھی۔ یہ پہلی خبر تھی جو خوشگوار تھی لیکن اگلی خبر جان لیوا تھی۔

"نیا کیوں نہیں آئی سحری پہ؟" شاہ تاج بیگم اسکی غیر موجودگی محسوس کر چکی تھیں۔

"فارس بھی نہیں تو نہیں۔" رابعہ نے اسکی غیر موجودگی بھی سب کے علم میں لائی تھی۔

"وہ یہاں ہوتی تو ضرور آتی۔ وہ جا چکی ہے اس گھر سے اور آپ سب کی زندگیوں سے، اس لئے اس سے ڈرنا اور اسکے کردار پہ انگلیاں اٹھانا چھوڑ دیں۔" کوثر بیگم زہر خند لہجے میں بولی تھیں۔

"نایاب عبداللہ چلی گئیں۔" ضامن جہانداد کی دل کی بستی کو ہجر کی سیاہی نے اپنے لپیٹے میں لیا تھا۔



کوثر بیگم کا انداز اور انکی کہی ہوئی بات نے سب کو ہی حیران اور پریشان کیا تھا۔
 "اسکا کیا مطلب ہوا کوثر کہ نیا چلی گئی؟ کل بات ہو گئی تھی نہ کہ وہ کہیں نہیں جائے گی تو پھر؟" شاہ تاج بیگم پیشانی پہ بل ڈالے کوثر بیگم سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"کوئی غیرت مند انسان اس جگہ رہ ہی نہیں سکتا جہاں اس کے کردار پہ انگلی اٹھائی جائے۔" کوثر کا اب بھی وہی انداز تھا۔
 "اور ایسا کس نے کیا ہے؟" ضامن جہانداد کا سرد لہجہ وجود میں ایک سنسنہٹ دوڑا گیا تھا۔
 جواب میں کوثر نے صرف ایک خاموش نگاہ ساحرہ پہ ڈالی تھی۔

ضامن جہانداد کو اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا۔

"چھوٹی چچی! ضامن جہانداد کی آواز میں رنج، دکھ سب ہی کچھ تو تھا۔

"دیکھو ضامن! کوثر کچھ زیادہ ہی ٹچی ہو رہی ہے جبکہ حقیقت تو یہی ہے کہ اگر اس لڑکی کی انٹینسٹر درست ہو تیں تو کیا وہ راتوں رات اس گھر سے فرار ہوتی؟ سچے لوگ اپنی جگہ موجود ہیں اور دوسرے میدان چھوڑ کے جا چکے ہیں۔" ساحرہ کا جواب تیار تھا۔
 "بس! ساحرہ میری بھتیجی کے خلاف اب تم نے ایک لفظ اور کہا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" کوثر نے کانٹا میز پہ پٹختے ہوئے درشتی سے کہا تھا۔ وہ مرنے مارنے پہ تلی نظر آتی تھیں۔

"کرم داد! تم اپنی بیوی کا منہ بند کروارہے ہو یا میں کچھ کہوں۔ یہ احمق ہمیشہ بھول جاتی ہے کہ اسکی بھی دو بیٹیاں ہیں۔" شاہ تاج بیگم غیض سے بھرپور لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"ساحرہ! اگر کچھ نہیں کہہ سکتیں تو اپنی زہریلی باتوں سے اس گھر کا ماحول بھی آلودہ مت کرو۔" کرم داد نے ٹوکا تھا۔

"آپ کے اندر اتنا زہر ہے چھوٹی چچی۔ یقین نہیں ہوتا۔" ضامن کے لہجے میں افسوس تھا۔

"ساحرہ کے زہریلے پن کی تو بس یہ ایک جھلک تھی کل رات جو ساحرہ نے نیا کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد میں اس عورت کی ساری زندگی شکل نہیں دیکھوں گی۔ آپا! آپ بڑی ہیں، فیصلہ کیجئے۔ آج میری بھتیجی کے ساتھ یہ ہوا اسکے کردار پہ انگلی اٹھائی گئی ہے۔ کل کو یہی سب میری بہو کے ساتھ ہوا تو؟۔۔۔۔۔ آپ دیکھ لیں کہ اس گھر میں اب سب ساتھ رہ سکتے ہیں یا نہیں۔" کوثر اس معاملے کو ایسے نہیں جانے دے سکتی تھیں۔

"تمہیں فیصلہ چاہئے۔ ٹھیک ہے! مہر داد، کوثر فجر کی نماز کے بعد میرے کمرے میں آجانا۔ کرم داد! تم جب تک اپنی بیوی سے پوچھ لو کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ اس گھر میں رہنا چاہتی ہے یا اس گھر سے جانا چاہتی ہے۔" شاہ تاج بیگم ایک سر دنگہ ساحرہ پہ ڈال کے بولی تھیں۔ ساحرہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑے تھے۔

"آپ میری امی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کریں گی پچھو۔" زیان ماں کی مدد کو آیا تھا۔
 "لڑکے! زیادتی کا ٹھیکہ صرف تمہاری ماں کے پاس ہے۔ شاہ تاج بیگم کو اپنا دماغ استعمال کرنا آتا ہے۔ تم اپنی ٹانگ مت اڑاؤ۔" انہوں نے زیان کو بھی اسی انداز میں رگیدا تھا۔
 "یہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے؟" رابعہ ٹکر ٹکر سب کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔
 فیصلہ کن گھڑی اب آن پہنچی تھی۔

ضامن کی کنپٹیوں میں خون ٹھو کر میں مار رہا تھا۔ نیا کایوں جانا اسے ویسے ہی پریشان کر گیا تھا اوپر سے رہی سہی کسر اصل بات جاننے کے بعد پوری ہوئی تھی۔

ساحرہ تلخ مزاج تھیں۔ وہ جانتا تھا مگر وہ اس حد تک جائیں گی، یہ بات اسے آج معلوم ہوئی تھی۔

"لالہ! پچھو بلار ہی ہیں آپ کو۔" رابعہ اسے بلانے آئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" ضامن نے سر ہلایا تھا۔

"لالہ!" رابعہ نے ہمت کر کے اسے مخاطب کیا تھا جو غصے کی آگ میں جل رہا تھا۔

"ہوں!"

"نیا کو لے آئیں لالہ۔ وہ بہت اچھی ہے، وہ ویسی بالکل نہیں ہے جیسا کہا گیا ہے۔" رابعہ مدھم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"کیا میں نے تم سے کچھ پوچھا؟ ضامن جہان داد کو نایاب عبداللہ کیلئے کسی کے کریکٹر سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہے۔" ضامن کے لہجے میں غصے کی تپش تھی۔

اسکی نگاہوں کے سامنے جنگل کا منظر تھا۔ اپنے دفاع کو تیار نیا کے نازک ہاتھ میں وہ مٹھی کا ڈھیر ضامن جہان داد نے اس روز خود دیکھا تھا۔

بارہ دری جیسی خوبصورت جگہ کا اچھا لگنے کے باوجود نیا کا وہاں ٹھہرنے سے انکار کرنا کیونکہ وہ دونوں وہاں تنہا تھے۔

اسکا سرعت سے ضامن کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوانا۔ اس ایک اتفاق کو غلطی نہیں بننے دیا تھا نایاب عبداللہ نے۔

کتنے موقع تھے نایاب عبداللہ کے پاس کہ وہ جب چاہتی ضامن جہانداد کو ادا کے جال سے زیر کر سکتی تھی پر نہیں۔۔۔ اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔

وہ موقع پرست لڑکی نہیں تھی۔ وہ تو سادہ، مخلص سی لڑکی تھی جو یہاں آ کے خاندانی سازشوں میں پھنس گئی تھی۔ نایاب عبداللہ کیلئے واقعی ضامن جہانداد کو کسی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں تھی۔

محبت کے ان غلیظ قصوں میں

وہ پاک دامن بن کر نکل گیا

اور میں بد کردار کہلائی گئی

"آپی! مجھے لگتا ہے مہر گڑھ میں تمہارا نصیب ہے۔" فاری کی بازگشت نیا کے سنگ تھی۔

اس نے بے دردی سے گال پہ ٹھہرے آنسو گڑے تھے۔

"اور میں نے کہا تھا کہ اپنے وقار سے بڑھ کر کچھ نہیں کیا۔" نیا نے خود کو یاد دلایا تھا۔

"میں یہاں سے جا رہی ہوں پھپھو کیونکہ مجھے یہ سب کرنا نہیں آتا جو یہاں کے لوگ کرتے ہیں۔ میں یہاں آپ کا ساتھ دینے آئی تھی، اپنے کردار پہ داغ لگانے نہیں۔ میں آپ کا ساتھ ادھورا چھوڑ کے جا رہی ہوں کیونکہ سوال میرے کردار کا ہے۔ میں ساتھ تو چھوڑ سکتی ہوں پر اپنے کردار پہ داغ نہیں۔ ساحرہ بیگم ناک کے نیچے کھیل کھیلنے کا آپ کو شوق ہے اسلئے آپ کو ہر کوئی کھلاڑی لگتا ہے۔ میں نے بہت سادہ زندگی گزاری ہے ساحرہ بیگم، میری ماں نے کبھی ہمیں سازش کرنا نہیں سکھایا۔ آپ دعا کیجئے گا کہ آپ کا سامنا کبھی میری ماں سے نہ ہو، ورنہ شاید آپ خود کو بھی پہچان نہ سکیں۔ ہم پہ کوئی آنچ بھی آئے ہماری ماں کبھی بھی یہ برداشت نہیں کرتیں۔"

نیا جانے سے پہلے ان دونوں کے پاس آئی تھی جو آپس میں ہی الجھی ہوئی تھیں۔

"تم مجھے دھمکی دی رہی ہو۔" ساحرہ کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"وہ مجھے اگر دینی آتی تو کیا یہ سب کرتیں آپ؟ میں آپ کو حقیقت بتا رہی ہوں۔" نیا سنجیدگی سے بولی تھی۔

"نیا! تم ابھی رک جاؤ۔ میں آپ سے بات کروں گی۔ اس گھر کے مردوں کے سامنے سارا معاملہ رکھوں گی۔"

"میں اپنا تماشہ مزید نہیں بنوا سکتی پھپھو۔ میں جا رہی ہوں پھپھو، اس چھت کے نیچے ایک سیکنڈ بھی اور رہی تو زندہ نہیں رہوں گی۔" نیا تنگ پڑنے والے انداز میں بولی تھی۔

کوثر نے بوجھل دل کے ساتھ اسے رخصت کیا تھا۔

"محبت نہیں تھی تو یہ سب ہوا ضامن جہانداد گر جو محبت ہوتی۔۔۔ تو آپ کا مہر گڑھ تو مجھ سے میری سانسیں بھی چھین لیتا۔" نیا نے گال پہ ٹکا آخری آنسو آنچل سے صاف کیا تھا اور پھیکا سا مسکرائی تھی۔

آنسوؤں کی سب سے اچھی بات ہی یہی ہوتی ہے کہ انکا کوئی رنگ نہیں ہوتا ہے۔ آنچل سے صاف بھی کرو تو ان پہ داغ نہیں پڑتا۔ اور پھر کچھ لوگ کہتے ہیں۔

عورت کا آنچل شفاف ہی اچھا لگتا ہے۔

"آپ نے بلایا تھا۔" ضامن شاہ تاج بیگم کے سامنے کھڑا تھا۔ چہرے پہ بلا کی سنجیدگی تھی پر اس آنکھیں۔۔۔ اسکی آنکھیں بتاتی تھیں کہ ایک جو ار بھاٹا تھا جو ضامن جہانداد کے وجود میں ابل رہا تھا۔

"کوثر اور مہر داد سے پہلے مجھے تم سے ایک سوال پوچھنا ہے۔" وہ سنجیدہ تھیں۔

"جی!"

"میں نایاب عبد اللہ سے تمہاری نسبت طے کر رہی ہوں۔ کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو ضامن جہانداد خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان تصور کرتا لیکن نہیں! اب تو وقت ہی بدل گیا تھا۔

"اسکا کوئی فائدہ نہیں، کوئی بھی لڑکی اس جگہ سے آیا رشتہ قبول نہیں کر سکتی جہاں کبھی اسکے کردار پہ سوال اٹھایا گیا ہو۔"

"ساحرہ کے علاوہ یہ خناس کسی کے دماغ میں نہیں ہے اور اسکا علاج میں خود کروں گی۔ نایاب ایک اچھی اور سمجھدار لڑکی ہے۔ میں اس سے

خود بات کروں گی۔ کیا تم میں اتنی اہلیت ہے کہ تم ایک نیا رشتہ پوری عزت اور احترام سے نبھاسکو؟ صرف اپنی بات کرنا ضامن

جہانداد۔" شاہ تاج بیگم نے اس سے حتمی جواب مانگا تھا۔

ضامن جہانداد نے گہری سانس لیتے ہوئے آنکھیں موندی تھیں۔

نگاہوں میں چھم سے نیا کا سراپا اتر ا تھا۔

ضامن جہانداد کو شاہ تاج بیگم کے سوال کا جواب مل چکا تھا۔

"ضامن جہانداد کے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ وہ اپنی عورت کی حفاظت کیلئے ہر حد تک جاسکتا ہے۔"

شاہ تاج بیگم کے کمرے میں خصوصی اجلاس جاری تھا جس میں انکے علاوہ صرف کوثر اور مہر داد شامل تھے۔

باقی سب اپنی اپنی جگہ باہر لاؤنج میں بیٹھ کے سوچ کے گھوڑے دوڑا رہے تھے کہ آخر شاہ تاج بیگم کیا فیصلہ کرنے والی تھیں۔

"ضامن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے کوثر؟" شاہ تاج بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"آپ نے ہمیں یہاں نیا کے بارے میں بات کرنے کیلئے بلایا تھا لیکن سوال آپ ضامن کے بارے میں کر رہی ہیں۔" کوثر ابھی تھیں۔

"کیونکہ اب سے جہاں نیا کی بات ہوگی وہاں ضامن کا بھی ذکر ہوگا۔ مجھے وہ بچی ضامن کیلئے پسند آئی ہے۔ میں تم سے فارس کی شادی کے بعد

اس موضوع پہ بات کرنا چاہتی تھی پر بیڑہ غرق ہو اس ساحرہ کا۔۔۔ خیر! تو پھر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟" شاہ تاج بیگم نے دھماکہ کیا تھا۔

"آپ آپ سینئر بنگش کی بیٹی سے ضامن کا رشتہ کرتے کرتے کوثر کی بھتیجی پہ کیوں آگئی ہیں؟" مہر داد کو انکا یوٹرن سمجھ نہیں آیا تھا۔

"مجھے ضامن کیلئے وہ لڑکی چاہئے جو اسے پورے خاندان سے جوڑ کے رکھے، اسے گھر کا سکھ دے نہ کہ اسے کرئیر کے نام پہ این جی اوز کے

ڈھکوسلے دے۔ میں نے اس پر بہت سوچا ضامن کیلئے گھریلو سی لڑکی ہی ٹھیک ہے۔" شاہ تاج بیگم صاف گوئی سے بولی تھیں۔

"آسیہ نہیں مانے گی بلکہ مجھے تو ڈر ہے کہ وہ ساحرہ سے لڑنے یہاں نہ آجائے۔" کوثر نے اپنا خدشہ بیان کیا تھا۔

"تم نیا کی ماں کی بات کر رہی ہو؟" شاہ تاج بیگم نے پوچھا تھا۔

"جی!"

"نیا کو جتنا میں سمجھی ہوں وہ ڈھنڈورا پیٹنے والوں میں سے تو نہیں ہے۔"

"اسے میں نے دو ماہ کیلئے بلوایا تھا۔ اس کا یوں اچانک جانا آپ کو کیا لگتا ہے کہ آسیہ اس سے نہیں پوچھے گی اور نیا ماں کو کیوں نہیں بتائے

گی۔" کوثر کے اپنے تحفظات تھے۔

"تم ایک کام کرو فارس سے فون کر کے کہو کہ وہ نیا کو سمجھائے اور تم اپنے بھائی بھانج سے بات کرو تاکہ وہ ذہنی طور پہ تیار رہیں۔" شاہ تاج

بیگم نے حکمت عملی طے کی تھی۔

"وہ نیا کو کیا سمجھائے آپ؟ میری بچی کے ساتھ ساحرہ نے اچھا نہیں کیا۔" کوثر بیگم کا شکوہ قائم تھا۔

"تم فکر کا ہے کو کرتی ہو ساحرہ کا علاج بھی جلد ہوگا۔" شاہ تاج بیگم نے انہیں تسلی دی تھی۔

"آپا! جب تک کچھ فائنل نہ ہو جائے یہ بات کسی کو بھی نہیں معلوم ہونی چاہئے کہ آپ نیا کو ضامن کیلئے سوچ رہی ہیں۔" مہر داد نے رائے

دی تھی۔

"تم میرے بھائی ہو تو میرے جیسا ہی سوچو گے۔ میں نے بھی یہی طے کیا تھا، کوثر تم بھی ذکر مت کرنا کسی سے۔" شاہ تاج بیگم نے اتفاق کرتے ہوئے کوثر کو ہدایت دی تھی۔

ادھر تو یہ سب چل رہا تھا ادھر ساحرہ اور زیان سوچ رہے تھے کہ اب کیا ہونا ہے؟

"کیا لگتا ہے پھپھو کیا فیصلہ دیں گی؟" زیان ماں سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ حاکمیت پسند عورت کوئی ایسا فیصلہ ہی کرے گی جس سے اسکی ناک مزید اونچی ہو۔ یقیناً ضامن کی قربانی دینی ہوگی۔" ساحرہ نے ناک چڑھاتے ہوئے ناپسندیدگی سے کہا تھا۔

"اور آپ! آپ کے بارے میں بھی تو کچھ سوچ رکھا ہو گا نہ انہوں نے، کوثر تائی تو اس معاملے کو یوں نہیں جانے دیں گی۔ آپ کو ایسے کھل کے سامنے نہیں آنا چاہئے تھا۔ ہم کچھ اور کر لیتے۔" زیان فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔

"جب گھی سیدھی انگلیوں سے نکل رہا تھا تو انگلیاں کیوں ٹیڑھی کرتے۔ مجھے کوثر بھابھی کا کوئی خوف نہیں، انہوں نے رات کو بھی مجھے سنائی تھیں دو چار دن مزید سنائیں گی۔ رہی بات تمہاری پھپھو کی تو وہ جوان بچوں کی ماں کو گھر سے نہیں نکال سکتیں۔" ساحرہ اپنے طور پر پوری صورت حال کا تجزیہ کر چکی تھیں۔

"اور جس مقصد کیلئے ہم نے یہ سب کیا اس کا کیا؟" زیان اصل بات کی طرف آیا تھا۔

"کچھ دن صبر کرو۔ یہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے تو میں تمہارا رشتہ خود لے کے جاؤں گی سینٹر بنگلش کے گھر۔" ساحرہ نے اسے تسلی دی تھی۔ وہ ہر چیز اپنے طور پر خود طے کر چکی تھیں بمعہ انجام اور اس خود پسندی میں وہ یہ بھول گئی تھیں کہ ہر سیر کیلئے ایک سوا سیر ہوتا ہے۔

ظہر کے بعد کا وقت تھا۔ دھوپ میں ہلکی سی تپش تھی۔ سب اپنے اپنے کمروں میں محدود تھے۔ ساحرہ اور انکے شوہر کرم داد شاہ تاج بیگم کے کمرے میں موجود تھے۔

"آپ نے بلایا تھا آیا۔" ساحرہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ اندر ہی اندر وہ پریشان بھی تھیں لیکن مجال ہے جو اسکا اظہار چہرے سے ہونے دیا ہو۔

"ہوں! زیان کی تعلیم مکمل ہو گئی ہے۔ کاروبار بھی وہ سنبھال ہی رہا ہے۔ اس لئے میں نے سوچا ہے اب اسکی شادی کر دی جائے۔" شاہ تاج بیگم نے تمہید باندھی تھی۔

ساحرہ کے آس پاس خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔

"کس سے؟" انہوں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے کہ کسی لڑکی سے ہی کرواؤں گی نہ۔" انہوں نے بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

"لیکن آپا۔۔۔۔۔" ساحرہ کی آواز ڈوب رہی تھی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ کیا آج سے پہلے میں نے تمہاری اولاد کیلئے کچھ غلط سوچا ہے کرم داد؟ کیا تمہیں میری اہلیت پہ شبہ ہے؟" شاہ تاج بیگم نے سوال کیا تھا۔

"میں زیان کی ماں ہوں۔ کم از کم مجھے معلوم تو ہونا چاہئے کہ آپ کسے میری بہو بنا رہی ہیں۔" ساحرہ نے اعتراض کیا تھا۔

"وقت آنے پہ معلوم ہو جائے گا ساحرہ زیادہ واویلا مت کرو۔" شاہ تاج بیگم پیشانی پہ بل ڈال کے بولی تھیں۔

"ساحرہ! آپا کھر فیصلہ سر آنکھوں پہ، زیان کیلئے انہوں نے کچھ اچھا ہی سوچا ہو گا۔" کرم داد نے بھی بہن کا ساتھ دیا تھا۔

"تو بتانے میں انکا کیا جارہا ہے؟ ویسے بھی زیان نہیں مانے گا۔" ساحرہ نے اب کی بار زیان کا کارڈ کھیلایا تھا۔

"وہ میرا بھتیجا ہے اسے میں خود دیکھ لوں گی۔" شاہ تاج بیگم انکے اعتراض کو گھاس ڈالنے کے موڈ میں ہرگز نہیں تھیں۔

"میری طرف سے انکار ہے۔" ساحرہ نے کہہ دیا تھا۔

"کرم داد! اپنی بیوی کو یہاں سے لے جاؤ۔" شاہ تاج بیگم اس سے زیادہ ساحرہ کو برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔

"دائم! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے جو ہنسے ہی جارہے ہو۔" فاری اسے مشکوک نگاہوں سے گھور رہی تھی۔

دائم جب سے محلے کا چکر لگا کے آیا تھا ہنسے ہی جارہا تھا۔

"اماں! آج آپ کے بولے جانے والے ایک محاورے پہ تو میں ایمان لے آیا۔" وہ آسیہ بیگم کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"اور اتنا ایماندار بھلا کب سے ہو گیا میرا پتر؟" آسیہ بیگم نے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"آپ کو پتہ لوڈ والی صبا باجی کا رشتہ کس کے ساتھ ہوا ہے؟" دائم نے پوچھا تھا۔

"اسکے کزن کے ساتھ۔" فاری کو معلوم تھا۔

"وہ صرف اسکا کزن ہی نہیں، مینظر انکم سپورٹ پروگرام کا مینسجر بھی ہے۔ صبا باجی اگر لوگوں کو بیلنس کا کہتی ہیں تو صداقت میاں لوگوں

کو مینظر پروگرام والے میسج کرتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں اماں، اللہ ملائی جوڑی! ایک اندھا ایک کوڑی۔" دائم ہنستے ہوئے بولا تھا۔

"پھر تو پتر امید رکھو کل کو ان کا ایک بچہ جیتو پاکستان میں فہد مصطفیٰ کی جگہ ہو گا تو دوسرا بول چینل پہ دانش تیمور کی جگہ ہو گا۔" آسیہ بیگم نے پیشین گوئی کی تھی۔

فاری کے لبوں پہ بھی مسکراہٹ آئی تھی۔

تب ہی دروازے پہ دستک ہوئی تھی۔

"دائم! اٹھ دروازہ کھول۔" آسیہ نے اسے کہا تھا۔

"ابا کے تو آنے کا وقت نہیں ہوا ابھی۔" دائم گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے اٹھا تھا۔

"بستے گھروں میں لوگ آتے ہی رہتے ہیں۔" آسیہ سکون سے بولی تھیں۔

"پر اس وقت کون آگیا؟" فاری بھی متحسّس ہوا تھا۔

"باراک اوباما آیا ہے ترے ہاتھ کے جلے ہوئے پکوڑے کھانے۔" آسیہ کو تاؤ آگیا تھا۔

"آپی! نیا آپی! یہ آپ ہو۔ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" دائم اسے دیکھ کے چلایا تھا۔

"ہیں! نیا! نیا کہاں سے آگئی؟" آسیہ بیگم دائم کی آواز سن کے بوکھلا کے اٹھی تھیں۔

"دائم!" نیا نے اسے گلے لگایا تھا۔

"آپی! یوں اچانک سب ٹھیک ہے۔" دائم اس کے آنسو دیکھ کے پریشان ہوا۔

"سب ٹھیک ہے۔ نیا! آپ لوگوں کو مس کر رہی تھی تو آگئی۔" فارس صورتحال جذباتی ہوتے دیکھ کے میدان میں اتر اٹھا۔

"فارس بھائی! آپ بھی آئے ہیں۔ اماں! فاری دیکھو تو کون آیا ہے۔" دائم اسے دیکھ کے چہکا تھا۔

"بسمہ اللہ! میری بیٹی نیا تو ایسے اچانک کیسے؟" آسیہ اسے گلے لگاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"آپ کی یاد آرہی تھی اماں۔" نیا کے بہت سے خاموش آنسو ماں کے آنچل میں جذب ہوئے تھے۔

"اچھا! اندر تو آؤ تم دونوں۔" آسیہ انہیں لے لے اندر بڑھی تھیں۔

"آپی! فارس بھیا۔ اللہ! میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔" فاری بھی کچن سے آئی تھی۔

"ہرگز نہیں بہنا کیونکہ تمہارے جل چکے پکوڑوں کی بو ہمیں یہاں تک آرہی ہے۔" دائم نے ناک سکیڑتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"پھر جلا دیئے پکوڑے، فاری کی بچی ماں کا دل جلا کے تجھے چین نہیں پڑتا جو پکوڑے بھی جلانے ہیں۔" آسیہ بیگم ماتھا پیٹ کے بولی تھیں۔

"میں دیکھ لیتی ہوں اماں کچن۔ فاری! تم میرے ساتھ آؤ۔" نیا نے ہمیشہ کی طرح صورتحال سنبھالی تھی۔

"اماں! فارس بھیا کے سامنے تولفاظ کرلو۔" فاری منمنائی تھی۔

"فارس پتر! تم فریش ہو کے آرام کرو۔ دائم بھائی کو لے جا۔" آسیہ نے دائم کو ہدایت دی تھی۔

"چلو بڈی! آجاؤ پھر۔" فارس دائم کو مخاطب کرتے ہوئے بولا تھا۔

وہ دونوں چلے گئے تو آسیہ نیا کی جانب متوجہ ہوئی تھی جس کا چہرہ رویارویا سا لگتا تھا۔

"تمہیں کیا ہوا ہے نیا؟ مجھے سچ بتاؤ مجھے وہاں کسی نے کچھ کہا تو نہیں؟" آسیہ بیگم ماں تھیں، وہ ماں جو اولاد کا چہرہ پڑھنا جانتی ہے۔

"نہیں امی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں آپ لوگوں کو مس کر رہی تھی۔ آپ سب کے بنارہنے کی عادت نہیں ہے نہ۔" نیا نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اچھا! چل اندر جا کے آرام کر۔ میں اور فاری کچن دیکھ لیں گے۔" آسیہ مطمئن ہوئی تھیں یا نہیں پر وقتی طور پر خاموش ضرور ہو گئی تھیں۔

شاہ تاج بیگم نے حویلی میں مٹھائی منگوا کے سب کے پورشنز میں بھجوائی تھی۔

"یہ کس خوشی میں ہے؟" پریشہ نے پوچھا تھا۔

"زیان بھیا کا رشتہ طے ہو گیا ہے۔" رابعہ نے نیوز بریک کی تھی۔

"ہیں! یہ ضامن لالہ کا رشتہ طے ہوتے ہوتے زیان بھیا کا رشتہ کہاں سے ہو گیا۔" پریشہ نے مٹھائی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے حیرت سے کہا تھا۔

"بڑی پھپھو کے کام وہی جانیں۔" رابعہ نے کاندھے اچکائے۔

"پر مہوش رشتہ ہوا کس کے ساتھ ہے؟" پریشہ نے پوچھا تھا۔

"پھپھو نے یہ نہیں بتایا۔" مہوش نے بتایا تھا۔

"واٹ! اتنا سسپنس کس خوشی میں؟" پریشہ کا منہ کھلا۔

"ڈونٹ نو!" مہوش لا علم تھی۔

"یہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے؟" پریشہ نے حیرت سے استفسار کیا تھا۔

رابعہ مسکرا کے برتن سمیٹنے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی زیان کا رشتہ کس کے ساتھ طے ہوا ہے۔

"فارس بیٹے اب کچھ دن تم یہیں ہونہ۔" رات کے کھانے کے بعد عبداللہ صاحب نے فارس کو مخاطب کیا تھا۔

"نہیں ماموں جان! مجھے کل واپس جانا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھیا آپ کچھ دن تو ہمارے ساتھ رہتے۔ میں آپ کو کراچی کی سیر تو کروالیتا۔" دائم نے شکوہ کیا۔

"ابھی نہیں شادی کے بعد ضرور۔" فارس نے اسے تسلی دی تھی۔

"ویسے بیٹا اچانک ہی پلان بنایا تم لوگوں نے آنے کا؟" آسیہ نے تمہید باندھی۔

"ممائی! اچانک تو آپ لوگوں کیلئے تھا نیا سر پرانز دینا چاہ رہی تھی۔ ہمیں تو معلوم تھا۔" فارس نے جواب پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔

آسیہ ابھی اس سے کوئی دوسرا ہی سوال کرتی کہ فارس کا فون بجا تھا۔

"ایکسیکوزمی!" اس نے کہتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"فارس! مجھے نیا سے بات کرنی ہے۔" دوسری طرف شاہ تاج بیگم تھیں۔

"اتنی جلدی!" فارس نے مختصر اُکھا۔

"ہوں! کیا اس نے اپنے پیرنٹس سے کچھ کہا۔"

"سامنے تو نہیں۔" فارس نے تلے جواب دے رہا تھا۔ آسیہ اور عبداللہ دونوں ہی اس کی سمت متوجہ تھے۔

"ٹھیک ہے! میری بات کرواؤ نیا سے۔" شاہ تاج بیگم نے دوبارہ کہا تو فارس نے دائم کو سیل فون دیا تھا کہ وہ نیا کو دے آئے۔

"میری بڑی پھپھو نیا کی خیر خیریت پوچھنا چاہ رہی تھیں۔" فارس نے ان دونوں کو بتایا تھا۔

"کچھ دنوں میں لگتا ہے نیا سب سے گھل مل گئی ہے۔" عبداللہ صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"میری بیٹی ہے ہی اتنی اچھی سب کے ساتھ جڑ جاتی ہے۔" آسیہ بیگم نے تفاخر سے کہا تھا۔

"اور انہی لوگوں میں سے ایک نے اسے ہم سے توڑنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تو دل سے نیا کیلئے اچھا سوچا تھا۔" فارس سوچتے ہوئے

اداس ہوا تھا۔

"نیا! تم ہمارے پاس تو آئی ہو تیں ایک دفعہ۔" شاہ تاج بیگم اس سے شکوہ کر رہی تھیں۔

"ایک دفعہ ہو تو چکا تھا پھپھو، بار بار تماشہ کون بنے۔" نیا فون لئے سائیڈ پہ ہو چکی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کوئی اسکی باتیں سنے۔

"گھر پہ بتایا؟"

"میں بتانا چاہتی تھی لیکن میرا گھر صرف میرا نہیں ہے۔ وہ میری پچھوکا میکہ بھی ہے۔ انکے پاس میکے کے نام پہ صرف میرے ابو ہیں۔ اس سب کے بعد ان سے یہ مان، یہ رشتہ چھن جائے گا جو میں کبھی نہیں ہونے دے سکتی۔" نیا نے بہت سوچ سمجھ کے اس بات کو اپنے تک رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"فارس کی شادی پہ آؤ گی؟" شاہ تاج بیگم نے پوچھا تھا۔

"میں مہر گڑھ کو خدا حافظ کہہ آئی ہوں۔" نیا نے اپنا انکار ڈھکے چھپے انداز میں ان تک پہنچایا تھا۔

"پر ہم نے تمہیں خدا حافظ نہیں کہا۔ نیا! ہم تم سے رشتہ جوڑ کے رکھنا چاہتے ہیں۔ نفرت کرنے والا ایک ہو اور محبت کرنے والے ہزار ہوں تو فیصلہ محبت کرنے والوں کے حق میں ہی ہونا چاہیے۔ مجھے بس یہی کہنا تھا۔" شاہ تاج بیگم کا مبہم انداز نیا کیلئے سوچ کے نئے دروا کر گیا تھا۔

"مجھ سے رشتہ جوڑ کے رکھنا چاہتی ہیں۔ اسکا کیا مطلب ہوا بھلا؟" نیا کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔

ایک دن رہ کے فارس چلا گیا اور نیا نے خود کو پھر سے گھر میں مصروف کر لیا تھا۔

"اماں! آپنی کو دیکھنے جو لوگ آئے تھے انہیں پھر کب بلائیں گی؟" فاری نے پوچھا تھا۔

"مجھے وہ لوگ پسند نہیں آئے۔ اس لئے انہیں گڈ بائے بول دیا۔" آسیہ نے پیر جھلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن اماں! وہ لوگ تو اتنے اچھے تھے۔" فاری کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ آسیہ نے کیوں منع کیا۔

"تجھے اتنے پسند آئے ہیں تو تیرا رشتہ کر دوں۔ بیٹھ کے پورے ٹبر کا کھانا پکانا پھر، بڑی آئی کزن براق۔" آسیہ تڑخ کے کہتے ہوئے نادانستگی میں انکار کی وجہ بھی بتادی تھی۔

"اماں! مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔" نیا ہاتھ صاف کرتے ہوئے انکے پاس آئی تھی۔

"ہاں! کہو۔"

"مجھے ایک جگہ سے انٹرویو کال آئی ہے۔ رمضان کے بعد جانا ہے، میں اس لئے بھی واپس آئی ہوں۔" نیا نے بتایا تھا۔ وہ جتنا اپنی واپسی کو فطری بنا سکتی تھی بنا رہی تھی۔

"یہ جاب کا بخار کیا مہر گڑھ سے چڑھا کے آئی ہے؟" آسیہ نے اسے بغور دیکھا۔

"جی اماں! یہ دنیا سادے لوگوں کی نہیں ہے۔ میں باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ دو چار لوگوں میں اٹھوں گی تو اگلی بار کوئی مجھے کمزور سمجھ کے اپنے مذاق کا نشانہ نہیں بنائے گا۔" نیا سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

"نیا! میں کچھ پوچھ رہی ہوں؟" آسیہ نے اس کا نشانہ ہلایا تھا۔

"ہوں! اماں! ایسی بات نہیں ہے۔ جاب کرنا ضروری ہے بس آج کل۔"

"تمہارے ابا نہیں مانیں گے۔" آسیہ نے بندوق عبد اللہ کے کاندھے پر رکھی۔

"میں انہیں منالوں گی۔" نیا جھٹ بولی تھی۔

"تو پھر خود ہی بات کرو۔ میری جان چھوڑو۔" آسیہ بیگم ایک طرف ہوئی تھیں۔

"تو آپ کی شادی؟" فاری جوان دونوں کی باتیں سن رہی تھی بولی تھی۔

"شادی جب نصیب میں ہوگی تب ہو جائے گی۔ شادی زندگی کا حصہ ہے، زندگی نہیں کہ اگر نہ ہوئی تو زندگی ختم ہو جائے گی۔ تم اپنی پڑھائی پہ دھیان دو، ان باتوں پہ نہیں۔" نیا اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔

"ہمارے معاشرے میں تو لڑکیوں کی زندگی کا مقصد شادی کو ہی سمجھا جاتا ہے۔ آپ! یہ سوچ تم نہیں بدل سکتیں۔" فاری نے حقیقت پسندی سے کہا تھا۔

"مجھے بدلنی بھی نہیں ہے۔ مجھے صرف خود کی زندگی بدلنے میں انٹرسٹ ہے۔ اگر میں ٹھیک ہوں تو سسٹم بھی ٹھیک ہو ہی جائے گا۔" نیا کو اس معاشرے کی کوئی پروا نہیں تھی۔

وہ چوبیس برس کی ہو رہی تھی۔ اسکی عمر نکلی نہیں جا رہی تھی بلکہ عمر تو شروع ہی اب ہوئی تھی۔

ادھر نیا اپنی حکمت عملی کے حساب سے چل رہی تھی تو دوسری طرف تقدیر اپنے حساب سے چل رہی تھی۔

ایک ہفتے بعد شاہ تاج بیگم کے ایما پہ کوثر بیگم نے عبد اللہ اور آسیہ بیگم سے ضامن جہاند ادا کیلئے نیا کا رشتہ مانگا تھا۔

"شاہ تاج آپا کو نیا بہت پسند آئی ہے۔ وہ کراچی آنا چاہتی ہیں لیکن میں چاہ رہی تھی پہلے تم دونوں کی رائے لے لوں۔" کوثر بیگم سبھاؤ سے بات کر رہی تھیں۔

آسیہ کے تو ہاتھ پیر ہی پھول گئے تھے۔ بیٹھے بٹھائے اتنا اچھا رشتہ مل گیا تھا۔ وہ بے طرح خوش ہوئی تھیں لیکن وہ چونکی بھی تھیں۔

"کوثر باجی! نیا اچانک سے واپس کیوں آئی ہے؟" انہوں نے پوچھا تھا۔

"کیوں؟ نیا نے بتایا نہیں۔" کوثر نے الٹا انہی سے پوچھا تھا۔

"بتایا تو ہے پر میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں۔ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے نہ؟" آسیہ کے اپنے خدشات تھے۔

"کیسی بات کر رہی ہو آسیہ؟ وہ تم لوگوں کے بنا کبھی رہی نہیں ہے نہ، میں نے ہی کہا عید کر آؤ پھر شادی میں تو تم سب آؤ گے ہی تو آ جانا۔ پر دیکھو اب یہ دوسرا معاملہ شروع ہو گیا۔ شاہ تاج آپا نے تو بس دھماکہ کیا ہے۔ کچھ لوگ جل گئے اور ہم جیسے خوش ہو گئے۔" کوثر بیگم ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"جل گئے مطلب؟" آسیہ چونکی تھیں۔

"ارے بھئی! پورے خاندان میں کوئی ایک ایسا ہوتا ہے نہ جسے دوسروں کی خوشیاں ہضم نہیں ہوتیں۔ ایسے لوگ تو سب جگہ ہوتے۔ تم نیا کا رشتہ یہاں کرو تو یہاں بھی یہی اور کہیں اور کرو گی تو کہیں اور بھی یہی ہونا۔" کوثر بیگم انکی ذہن سازی کر رہی تھیں تاکہ اگر کل کو ساحرہ کوئی بے پر کی اڑاتیں بھی تو آسیہ کم از کم تیار تو ہوں۔

"حاسدوں سے اللہ ہی بچائے آپا۔ ہم آپ کو استخارہ کر کے ان شاء اللہ خیر کا جواب ہی دیں گے۔" آسیہ مطمئن ہو گئی تھیں۔ بات انکی سمجھ میں آگئی تھی۔

انکے اطمینان پہ کوثر نے سکون کا سانس لیا تھا۔

خوشیاں بس چند قدم دور تھیں۔

آخری عشرہ شروع ہوا تو آسیہ بیگم نے کوثر بیگم کو گرین سگنل دیا تھا۔

"ہم اس عید پہ صرف نکاح کریں گے اور رخصتی بقر عید پہ کریں گے۔ ارادہ تو میرا اسی عید کا تھا پر جو کچھ ساحرہ نے کیا ہے اس کے بعد ہمیں آرام آرام سے چلنا ہو گا۔" شاہ تاج بیگم اپنا پلان بتا رہی تھیں۔

ستائیسویں روزے کو شاہ تاج بیگم کوثر انکے شوہر مہر داد، فارس، رابعہ اور کرم داد کے ہمراہ کراچی پہنچی تھیں۔

دروازہ نیا نے کھولا تھا اور اس قافلے کو دیکھ کے نیا کا منہ کھلا تھا۔

"آپ سب!" وہ حیرت سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

"اندر نہیں آنے دو گی کیا؟" کوثر شگفتگی سے پوچھ رہی تھیں۔

"پلیز آئیں!" نیا نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

اور انکا مدعا جان کے اسے ٹھیک ٹھاک شک لگا تھا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔" نیا نے بے یقینی سے سر ہلایا تھا۔

"دیکھ میں نے کیا کہا تھا آپ۔ تمہارا نصیب مہر گڑھ میں ہی ہے۔" فاری بے تحاشہ خوش تھی۔

"اتنی تو پیرنی فاری، چل مہمانوں کے پاس جا کے بیٹھ میں آتی ہوں۔" وہ نیا کے اشارہ کرنے پہ باہر آئی تھیں۔

"ہاں! بول نیا۔" آسیہ فاری کو بھیجنے کے بعد اسکی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"اماں! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"دیکھ میرا پتر لمبی تقریر کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں صرف اتنا کہوں گی ہر ماں کی خواہش ہوتی ہے اس کی بیٹی کو کوئی شہزادہ بیاہنے آئے۔ اسکی بیٹی کو پھولوں کی طرح رکھے۔ میں نے جس دن یہ جانا کہ وہ شہزادہ میری بیٹی کیلئے آنے والا ہے، اس دن میں نے یہ سوچا تھا کہ میں اپنی بیٹی کو یہ سر پرانزدوں گی۔ تیری جھلی ماں کی چھوٹی سے خوشی تھی یہ نیا، اس لئے تجھے نہیں بتایا۔" آسیہ جذباتی انداز میں کہتے رو پڑی تھیں۔

"اماں! شہزادوں کے مسکن محلاتی سازشوں سے بھرے ہوتے ہیں اور آپ کی نیا میں اتنا دم نہیں کہ ان سازشوں کا مقابلہ کر سکے۔ آپ معذرت کر لیجئے۔" نیا نے انکے آنسو پونچھتے ہوئے تھکے تھکے انداز میں کہا تھا۔

"نیا! کس گھر میں مسئلے نہیں ہوتے۔ کہیں کم تو کہیں زیادہ، ہم تمہیں جہاں بیاہ رہے ہیں کم از کم وہاں کا مجھے علم تو ہے پھر میں بھی تو ہوں نہ۔ آسیہ! تم باہر جاؤ میں نیا کو سمجھا دوں گی۔" کوثر بیگم انکی باتیں سن چکی تھیں۔

آسیہ سر ہلاتے ہوئے باہر نکلیں تو کوثر اسکی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"یہ ضامن نے تمہارے لئے دیا ہے۔" کوثر نے اسکی جانب ایک لفافہ بڑھایا تھا۔

"مجھے نہیں چاہئے۔" نیا نے ہاتھ تک نہیں بڑھایا تھا۔

"نیا! آپانے تم سے ایک بات کہی تھی۔ ہم سب چاہتے ہیں کہ تم ہمارے گھر کا حصہ بنو۔ اس دن تم نے جلد بازی میں جانے کا فیصلہ کیا، ٹھہر

جاتیں تو دیکھ لیتیں کہ ساحرہ کا کیا حال کیا ہے آپانے۔"

"کیا مطلب؟ کیا کیا انکے ساتھ انہوں نے؟" نیا چونکی تھی۔

"کچھ نہیں! انہیں بس انکی اولاد کا اصل چہرہ دکھایا ہے اور ذرا سی اوقات یاد دلائی ہے۔ پتا ہے! ساحرہ کو یہ تک نہیں پتا کہ اسکے بیٹے کا رشتہ آپا

نے کہاں کیا ہے؟ وہ یہ سمجھ رہی ہے کہ زیان اور تمہارا رشتہ طے ہوا ہے اور یہ خیال اسے مار رہا ہے۔" کوثر بیگم اسے تفصیل بتا رہی ہیں۔

"یہ کس قسم کی سزا ہے؟" نیا کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

"زبان کی کسر تو میں پوری کر چکی تھی۔ اس عمر میں آپا ساحرہ کو گھر سے تو نہیں نکال سکتی تھیں لہذا انہوں نے ساحرہ کی اولاد کو ہی اسکے مقابل لاکھڑا کیا ہے۔ نیا! ساحرہ کو کسی نئی سازش کے قابل نہیں چھوڑا آپا نے اور ہم نے تمہیں نہیں چھوڑا۔ اس نئے رشتے کا آغاز خوش دلی سے کرو۔"

"پر پھچھو میں۔۔۔" نیا نے کچھ کہنا چاہا۔

"آخری بات! ضامن جہانداد کے بازوؤں میں اتنا دم ہے کہ وہ اپنی بیوی کی حفاظت کر سکے۔ اس سے بہتر انتخاب تمہارے لئے کوئی نہیں، عورت کی عزت کرنے والے مرد بہت کم ہوتے ہیں۔ نایاب ہوتے ہیں اور میں چاہتی ہوں میری نایاب کو ایک نایاب مرد ملے۔ سمجھی!" لفافہ اسکے ہاتھ میں تھام کے کوثر واپس چلی گئی تھیں۔

نیا لفافہ ہاتھ میں تھامے نجانے کتنی دیر کھڑی رہی تھی۔

"ضامن! میری بات سنو۔" ساحرہ نے اسے پکارا تھا۔

"جی!"

"تم مجھے بتاؤ گے اس گھر میں کیا ہو رہا ہے؟ میری مرضی کے بناوہ زیان کا رشتہ طے کرنے کراچی کیسے جاسکتے ہیں؟" ساحرہ پھٹ پڑی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" ضامن چونکا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا نہیں لیکن مجھے پتا ہے اس نیا سے رشتہ کرنے لگے ہیں۔ میں اس لڑکی کو۔۔۔۔۔" ساحرہ یقیناً کچھ الٹا سیدھا کہنا ہی چاہتی تھیں کہ ضامن نے انہیں ٹوکا تھا۔

"چھوٹی چچی! بہتر ہو گا آپ اپنے بیٹے سے یہ سوال کریں کہ اسکی ہونے والی بیوی کون ہے؟ وہ جانتا ہے۔ نایاب عبد اللہ کے بارے میں ایک لفظ نہیں، رائٹ!" ضامن کہہ کے آگے بڑھ گیا تھا۔

ساحرہ حیران پریشان سی زیان کے کمرے کی جانب بڑھی تھیں۔

"زیان! تمہاری شادی معلوم ہے کس سے ہو رہی ہے؟"

"آف کورس ممی!" وہ لیپ ٹاپ پہ بڑی تھا۔

"تو مجھے کیوں نہیں بتایا۔ میں اتنے دنوں سے پاگلوں کی طرح چیخ رہی ہوں اور تم میرا تماشا دیکھ رہے تھے۔" ساحرہ چیخ پڑی تھیں۔

"پھپھو نے میرے سامنے ایک ڈیل رکھی تھی کہ کراچی جانے تک کسی کو پتہ نہ چلے کہ میرا رشتہ کہاں ہو رہا ہے۔ کسی مطلب! آپ کو بھی نہیں۔ میں نے انکی بات مان لی اور یوں آج میں سینٹر بنگلش کا داماد ہوں۔" زریان اطمینان سے بولا تھا۔

ساحرہ اسے دیکھ کے رہ گئی تھیں۔ شاہ تاج بیگم نے ساحرہ کو ساحرہ کی اولاد کے ہاتھوں ہی وہ سبق دیا تھا جو انہیں مدتوں یاد رہنا تھا۔

☆☆☆☆☆

رنج فراقِ یار میں رسوا نہیں ہوا

اتنا میں چُپ ہوا کہ تماشہ نہیں ہوا

ایسا سفر ہے جس میں کوئی ہمسفر نہیں

رستہ ہے اس طرح کا کہ دیکھا نہیں ہوا

مشکل ہوا ہے رہنا ہمیں اس دیار میں

برسوں یہاں رہے ہیں، یہ اپنا نہیں ہوا

وہ کام شاہِ شہر سے یا شہر سے ہوا

جو کام بھی ہوا یہاں اچھا نہیں ہوا

ملنا تھا ایک بار اُسے پھر کہیں منیر

ایسا میں چاہتا تھا پر ایسا نہیں ہوا

نایاب عبد اللہ !

سلامتی کی دعا کے ساتھ امید ہے کہ زندگی کا یہ سفر آپ کیلئے سہل ہو گا۔ زندگی ایک مسلسل سفر کا نام ہے اور اللہ نے بندے کو بندے کا وسیلہ بنایا ہے۔ اس لئے یہ خط آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ساتھ چلتے چلتے اکثر راہ میں گھائل کرنے والے موڑ آ ہی جاتے ہیں پر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ سفر موخر کر دیا جائے۔ ہاں! ان رکاوٹوں کا سد باب ضرور کیا جاتا ہے۔

اور ضامن جہان داد آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ زندگی کے اس سفر میں وہ کوئی ایسا مقام نہیں آنے دے گا جو گھائل کر سکے۔ ہم زندگی میں بہت سے کام پہلی بار کرتے ہیں، کچھ احساسات کا بھید بھی ہمیں پہلی بار ہی ہوتا ہے لیکن دل کرتا ہے کہ وہ احساس، وہ اعتبار ساتھ رہے۔

میں مانتا ہوں یہ سب بہت جلدی میں ہے لیکن وہ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اتنی تاخیر نہ کیجئے پلٹنے میں

کہ چابیاں بے اثر ہو جائیں تالوں پر
آنچل کی شفافیت برقرار رکھنے کیلئے ہم لہو کی سرخی قربان کرنے والے لوگوں میں سے ہیں نایاب عبد اللہ۔
ناایاب عبد اللہ! رشتوں میں اعتبار، وفا، یقین اور محبت سب ہی کچھ ہوتا ہے۔

اس لئے رشتے نبھانے چاہئیں۔ نباہ کے اس موڑ پہ ایک طرف میں ہوں اور ایک طرف آپ، دو الگ الگ کناروں کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک ساتھ زندگی کا یہ سفر اب ساتھ طے کیا جائے؟

اس خط کو پڑھنے کے بعد آپ کا اگلا عمل آپ کا جواب ہو گا۔

یہ خط بن نام کے ایک رشتے کو صرف ایک آس کے تحت لکھا گیا ہے۔ یہ آپ کے ہاتھ میں ہے نایاب عبد اللہ کے اگلی بار جب خط آپ کے ہاتھوں میں ہو تو وہ نیا کے نام ہو اور نیا کے سارے حقوق اس ایک کے نام ہوں جو آپ کو نایاب عبد اللہ کہہ کے مخاطب ہے۔

نیا نے دھیرے سے شفاف کاغذ پہ نیلی روشنائی سے خوبصورت لکھائی کو چھوا تھا۔

لفظ لفظ احساس سے بھرا تھا۔

ضامن جہانداد چاہتا تو یہ خط رابعہ کو بھی دے سکتا تھا پر یہ خط کوثر نے نیا کو دیا تھا۔

چور راستے وہی اپناتے ہیں جن کے دل میں چور ہوتا ہے۔ رشتے نبھانے والے ہر کام سیدھے راستے سے کرتے ہیں۔

نیا نے خط تہہ کر کے واپس لفافے میں رکھا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ اسکا اگلا قدم کیا ہونا ہے۔

ساحرہ غصے سے کھول رہی تھیں۔ انہیں کسی کل چین نہیں پڑ رہا تھا۔ جو کچھ شاہ تاج بیگم نے انکے ساتھ کیا تھا اسکے بعد وہ بھلا سکون سے کیسے رہ سکتی تھیں۔

"میرے ساتھ کھیل کھیلتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو کہیں کا نہیں چھوڑوں گی۔" ساحرہ کمرے میں چکراتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

"آپ کے دماغ میں یقیناً اب بھی کچھ چل رہا ہے۔" زیان ماں کی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا۔

"تم! تم میرے منہ مت لگو۔ تمہاری وجہ سے میرا مذاق بن کے رہ گیا ہے۔ میں کیسے گھر والوں کے سامنے نگاہیں اٹھاؤں۔ ان سب کی نگاہوں میں ایک تضحیک ہوتی ہے کہ دیکھو کیسی ماں ہے؟ جسے یہی نہیں پتا کہ اسکی اولاد نے کس کا ساتھ رشتہ جوڑا ہے۔" ساحرہ چیخ کے بولی تھیں۔

"فار گاڈ سیک می! ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم جو چاہتے تھے وہ ہو گیا۔ بس اب کوئی پلاننگ نہیں۔" زیان نے ٹوکا تھا۔

"تو اسکا مطلب میں اپنی بے عزتی ہونے دوں؟" ساحرہ چمک کے بولی تھیں۔

"مئی! کچھ نہیں ہوا ہے ایسا، مجھے اب اس گھر میں کوئی تماشہ نہیں چاہئے۔ آپ کا بیٹا اب اس شخص کا داماد ہے جسے ایک دنیا جانتی ہے۔ اس لئے آپ اپنے مسئلے اپنے تک رکھیں۔ انڈراستینڈ! میں کوئی تماشہ، کوئی سازش نہ دیکھوں نہ سنوں اور اگر ایسا ہوا نہ مئی تو شاہ تاج پھپھو کو آپ جانتی ہی ہیں۔"

"تم اپنی ماں کو دھمکی دے رہے ہو۔" ساحرہ آگ بگولہ ہوئی تھیں۔

"میں آپ کو صرف سکون سے رہنے کا کہہ رہا ہوں۔ یاد رکھئے گا! میری نظریں آپ ہر ہیں۔" زیان کے نرم لہجے میں بھی بلا کی سرد مہری تھی۔

ساحرہ کو اپنا آپ شدید بے بس محسوس ہوا تھا۔ مضبوط سے مضبوط انسان بھی اولاد کے آگے زیر ہو جاتا ہے۔ ساحرہ کو یقین آ گیا تھا۔ شاہ تاج بیگم نے انکی گردن نہیں پر کاٹ دیئے تھے۔

"تم کوئی جواب نہیں دو گی؟" کوثر نے نیا سے پوچھا تھا۔ نیا انکے سوال کا پس منظر پوچھ رہی تھی۔

"آپ مجھ سے کوئی سوال پوچھیں بھی تو سہی۔" نیا نے سادگی سے کہا تھا۔

"پہلے جس بیچارے نے خط میں سوال کیا ہے اس کا تو جواب دے دو۔" کوثر چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولیں۔

کوثر کے علاوہ باقی سب ہوٹل میں رہ رہے تھے حالانکہ آسیہ اور عبد اللہ نے بے حد اصرار بھی کیا تھا پر شاہ تاج بیگم سبھاؤ سے منع کر چکی تھیں۔

"ہم یہاں اپنی خوشی منانے آئے ہیں۔ آپ کو پریشان کرنے نہیں۔ ان شاء اللہ! نکاح پہ سب آئیں گے تو بہتر ہے پہلے سے سارا انتظام ہو۔"

مہمانوں کے رخصت ہو جانے کے بعد کوثر کھل کے ان سے باتیں کرنے لگی تھیں۔

ابھی آسیہ اور فاری صبا کے گھر مبارک باد دینے گئیں تو کوثر نے پھر سے نیا کو گھیر لیا تھا۔

"آپ نے وہ خط پڑھا تھا؟" نیا نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"کاش کہ نہ پڑھا ہوتا۔ اتنا پھیکا خط کوئی لکھتا ہے۔ خط کم فلسفہ زیادہ لگ رہا تھا۔" کوثر نے ناک چڑھا کے تبصرہ کیا تھا۔

"ویری بیڈ پھپھو! خط تھا کوئی اچار نہیں جس سے آپ کو چٹخارہ ملتا۔" نیا تھی تو آخر آسیہ کی ہی بیٹی، کبھی کبھی ایسی مثالیں دے ہی جاتی۔

"ہاں! تو کوئی ایسا خط لکھتا ہے اپنی ہونے والی بیوی کو؟" کوثر نے الٹا اسی کو لتاڑا۔

"پھپھو! یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ کب سے اتنی براڈ مائنڈ ہو گئیں۔" نیا تو ششدر رہی رہ گئی تھی۔

"براڈ مائنڈ تھی تب ہی تو ضامن کا خطر رکھ لیا کوئی اور ہوتی وہیں ضامن میاں کوکان پکڑائے ہوتے۔ ویسے میرا بھتیجا بہت سیدھا تھا، سڑک چھاپ عاشقوں کی طرح سستے پیکجز لگا کے اظہار محبت کرنے کے بجائے سیدھا شادی کر رہا ہے۔ قدر کرنا اسکی، سمجھیں!" کوثر اب اصل مدعے پہ آئی تھیں۔

"اور کوئی حکم؟" نیا نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"اس کیلئے شاہ تاج آپا ہیں۔ بس یونہی انکی عزت کرتی رہنا، ان شاء اللہ سب ٹھیک رہے گا۔" کوثر نے نصیحت کی تھی۔

نیا نے دھیرے سے سر ہلایا تھا۔ واقعی! وقت گزرنے کے ساتھ واقعی سب ٹھیک ہو ہی جاتا ہے۔

"اماں! تینوں اللہ دا واسطہ۔" دائم بس ایک ماں کے آگے گڑ گڑایا نہیں تھا۔

"آج جمعرات تو نہیں پتر۔" آسیہ کی نگاہیں ہنوز نیوز چینل پہ گڑی ہوئی تھیں۔

انتیس روزے ہو چکے تھے اور مغرب کے بعد آدھے پاکستان کی طرح آسیہ بھی چاند کے انتظار میں ٹی وی پہ یوں نظریں جمائے بیٹھی تھیں جیسے چاند آسمان پہ نہیں ٹیلی ویژن اسکرین پہ نکلنا ہو۔

"اماں! میں آپ کا بیٹا ہوں کوئی فقیر نہیں۔" دائم منہ بنا کے بولا تھا۔

"پتر! حرکتیں تیری طرح ایسی ہی ہیں۔" آسیہ نے ریموٹ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا تھا۔

"میرا ڈرامہ نکل جائے گا اماں۔ مجھے دیکھنے دیں۔" دائم کا اصل مسئلہ یہ تھا۔

"اوہ ہو! دائم کیا شور ڈال رکھا ہے۔ یوٹیوب پہ دیکھ لینا۔ کیوں اماں کا دماغ خراب کر رہے ہو۔" فاری نے ٹوکا تھا۔

"اسکی روٹی تھوڑی نہ ہضم ہونی ہے جب تک اپنی آنکھیں نہ سیک لے۔ پھا پھا کٹنی ہو گیا ہے یہ ساس بہو کی سازشوں والے ڈرامے دیکھ دیکھ کے۔" آسیہ نے ہاتھ میں پکڑا ریموٹ دائم کی کمر پہ مارا تھا۔

"اماں! یہ میری کمر ہے کوئی میدان نہیں جہاں آپ اپنی ہتھیاروں سے مشق کرتی رہتی ہیں۔" دائم بلبلایا تھا۔

"جس حساب سے تیری کمر کا سائز بڑھ رہا ہے نہ پتر اس حساب سے میدان کا ٹائٹل بالکل ٹھیک ہے۔" آسیہ کو ذرا جو فرق پڑا ہو۔

"اماں! چاند نظر کب تک آئے گا؟" فاری نے پوچھا تھا۔

"مجھے کیا پتا بھی؟ میں کونسی رویت ہلال کمیٹی کی چیئر مین ہوں۔" آسیہ بیزاری سے بولیں۔

"میں تو کہتی ہوں اماں آہی جائے آج نظر تاکہ کل نیا آپنی کانکاح ہو جائے۔ کتنا مزہ آئے گا۔" فاری مٹھیاں میچتے ہوئے لہک کے بولی تھیں۔

دائم نے آنکھ بچا کے چینل تبدیل کر دیا تھا۔ اب ٹی وی اسکرین پہ ڈھائی کلو کا چونا لگائے کوئی ہیر وئن ڈیڑھ لیٹر آنسو بہا رہی تھی اور دائم صاحب غم والہ کی تصویر بنے منہمک ہو چکے تھے۔

"مہندی والی کو یاد دلادے کہ چاند ہوتے ہی سیدھا آجائے اور تو سب کے کپڑے استری کر کے رکھ۔ مہمانوں کیلئے بھی انتظام پورا ہونا چاہئے۔" آسیہ بیگم ہدایت دینے میں مصروف ہو چکی تھیں۔

"فکر نہ کیجئے اماں، ساری تیاری ہو چکی ہے۔ بس! کپڑے استری ہونا باقی ہیں۔" فاری نے ماں کو مطلع کیا۔

"وہ نیا نہ کر لئے ہیں۔ بس اب چاند نظر آجائے تو ہم کل کی تیاری کریں۔" کوثر ہاتھ میں موبائل تھامے اندر آئی تھیں۔

"اس نیا کو سکون نہیں ایک تو، ہر وقت کاموں میں لگی رہتی ہے۔" آسیہ کی ڈانٹ میں بھی پیار تھا۔

"مبارک ہو بھئی! چاند نظر آگیا ہے۔" کوثر نے موبائل اسکرین پہ سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے خبر دی۔

"ہیں! چاند نظر آگیا۔ مبارک ہو! وی پی اعلان کیوں نہیں ہوا؟" آسیہ نے بولتے ہوئے ٹی وی اسکرین پہ نگاہ کی جہاں اب روتی دھوتی ہیر وئن کو ہیر وچپ کروانے میں مصروف تھا اور دائم صاحب کا منہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔

"وے ڈنگراں! آسیہ نے اسکی کمر کو ایک بار پھر تختہ مشق بنایا۔ اتنی بے شرمی!

"اماں!" دائم بیچارہ بلبلاتا اٹھا تھا۔

"انتہائی کراچی میں نہیں جتنی گلیسرین اس ہیر وئن کے گالوں پہ ہے۔ گال ہیں یا گلیسرین کا جمعہ بازار اور اسے دیکھ کے تیرا منہ یوں کھل رہا جیسے امریکہ کا پاکستان میں چھپے کوئلے اور معدنی ذخائر دیکھ کے کھلا تھا۔" آسیہ کو قافیے ملانے خوب آتے تھے۔

"اماں! آپ کو کیا پتا بیچاری کے ساتھ کتنا ظلم کرتے ہیں۔" دائم نے ہمدردی سے کہا۔

"اسے چھوڑاٹھ جا کے مٹھائی لے کے آ، بہن کے سسرال والے آتے ہوں گے۔" آسیہ نے اسے اٹین شین کیا۔

شاہ تاج بیگم پہلے ہی کہہ چکی تھیں کہ چاند نظر آنے کے بعد وہ نکاح کا شگن لے کے آئیں گی سو آسیہ بس اسکی ہی تیاری میں تھیں۔

"ہاں! آپالوگ آتے ہی ہوں گے۔ ضامن بھی ساتھ ہی ہو گا۔" کوثر نے بتایا تھا۔ ضامن صبح ہی کراچی پہنچ چکا تھا۔

"بس پھر سارے اٹین شن ہو جاؤ۔ فاری ایک نظر ڈرائنگ روم میں مارے، میں کچن میں جا رہی ہوں۔ باجی! آپ نیا کو دیکھ لیں۔" آسیہ نے کام بانٹے تھے۔

"ہاں! میں نیا کے پاس جا رہی ہوں۔" کوثر اٹھی تھیں۔

عید کی خوشیوں کے ساتھ پیاملن گھڑی بھی آچکی تھی۔

ایک گھنٹے میں ہی آسیہ کے گھر کی چہل پہل دیکھنے والی تھی۔ مہوش اور ملاحات کے علاوہ سب لڑکیاں آئی تھیں۔

"مجھ سے ناراض تو نہیں ہونہ۔" پریشے نے اسکے گلے لگتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟" نیا کی آواز مدہم تھی۔

"سب مل کے مجھے اتنا اثر مندہ کر چکے ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ ہونا چاہیے۔" پریشہ نچلا لب دبا کے بولی تھی۔

"میں تمہیں مزید شرمندہ نہیں کروں گی لیکن اتنا ضرور کہوں گی کہ دوستوں میں واقعی ہنسی مذاق ہوتا ہے مگر وہ مذاق ہوتا ہے جس سے کسی کو نقصان نہ ہو۔ تم نے آئندہ میرے ساتھ ایسا کیا نہ تو یقین جانو بہت مار کھاؤ گی۔" نپانے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا تھا۔

"اللہ! ڈراؤ تو نہیں۔" پریشے گالوں یہ ہاتھ رکھ کے بولی تھی۔

"ویری گڈ! ضامن لالہ کی بیگم کو بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے۔" اندر آتی رابعہ انکی آخری بات سن چکی تھی۔

"یہ آگئیں چمچہ خاص۔" پریشے نے اسے دیکھ کے منہ بنایا تھا۔

"مہندی لگانی ہے مجھے نیا کو۔" رابعہ نے ہاتھ میں کون تھامی ہوئی تھی۔

نیا نے اسکی بات یہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا تھا جہاں اب بس پیا کے نام کی مہندی لگنے ہی والی تھی۔

یہ عید پیاسنگ ہونے والی تھی۔

* * * * *

"آپی! تمہارا لاکٹ کہاں گیا؟" اسے تیار کرتے ہوئے فاری کی نظر نیا کے گلے پہ پڑی تھی جہاں لاکٹ ندر د تھا۔

"وہ۔۔۔ گم ہو گیا۔ پتا نہیں کہاں، کیسے گر گیا۔" نیا اپنی سونی گرڈن یہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھی۔

اس نے بہت ڈھونڈا تھا پر اسے کہیں نہیں ملا تھا۔ وہ لاکٹ اسے آسیہ نے بنوا کے دیا تھا، اس لئے نیا کو وہ بے حد عزیز تھا۔ پروہ کھوچکا تھا اور نیا صبر کر چکی تھی۔ اسے واو پلا کرنے کی عادت جو نہیں تھی۔

گمشدہ چیزیں اکثر وہیں ملتی ہیں جہاں وہ کھوتی ہیں لیکن یہ بات ابھی نیا کو معلوم نہیں تھی۔

ایجاب و قبول کی رسم بعد نمازِ ظہر ادا کی گئی تھی۔

سفید کرتا شلوار میں ملبوس، سیاہ چادر چوڑے شانوں پہ ڈالے، خوبروسے اونچے لمبے ضامن جہاندا کو دیکھ کے آسیہ بیگم نے کتنی ہی بار خدا کا شکر ادا کیا تھا۔

اللہ نے انکی بیٹی کا نصیب اتنا زور آور لکھا تھا۔ آسیہ بیگم کا رواں رواں شکر گزار تھا۔

"عید مبارک آنی!" وہ ان سے احترام سے مخاطب تھا۔

"خیر مبارک! یہ آنی کیا ہوتا ہے۔ میں نیا کی امی ہوں تو تمہاری بھی امی ہوں۔ تم بھی اماں ہی کہو۔" آسیہ نے اسکے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

"جی بہتر! اماں۔" ضامن نے انکا مان رکھا تھا۔

شاہ تاج بیگم یہ منظر دیکھ کے ہولے سے مسکرائی تھیں۔ انکے ضامن کی زندگی اب مکمل تھی۔

"مبارک ہو نیا۔" کوثر نکاح کے بعد اسکے پاس آئی تھیں۔

"خیر مبارک پھپھو! میں نے اپنا جواب دے دیا ہے۔" نیا کا اشارہ نکاح نامے پہ کئے گئے سائن کی جانب تھا۔

ضامن جہاندا نے کہا تھا کہ اسکا اگلا عمل ہی اسکا جواب ہو گا تو نیا نے آج نکاح کے دو بولوں کا اقرار کر کے اپنا جواب دے دیا تھا۔

"مجھے تم سے اسی عقلمندی کی امید تھی۔" کوثر ہولے سے اسکا شانہ تھپتھپا کے اٹھ گئی تھیں۔

نیا نے اپنا وقار اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔

"تم ہمیشہ خوش رہو نیا۔ آج میں پوری طرح اپنے بھائی بھانج کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ سکتی ہوں کیونکہ آج انکی آنکھوں میں مجھے دیکھ کے کوئی خاموش سوال، کوئی ان کہا شکوہ نہیں ہو گا۔ تم نے میرا میکہ میرے ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ میں تمہارے ہاتھ سے تمہارا وقار نہیں جانے دوں گی۔ تم ضامن جہانداد کی بیوی بن کے میرے گھر آؤ گی پر میں تمہیں ہمیشہ ایک بیٹی کی طرح رکھوں گی۔ میں ضامن کی بھی شکر گزار ہوں کہ جو کام فارس نہ کر سکا وہ ضامن کی خواہش نے کر دیا۔ خوش آمدید نیا، خوش آمدید!" کوثر نے اسے شاہ تاج بیگم سے پیار لیتے، کزنز کی شرارت بھری سرگوشیوں پہ حیا سے مسکراتے دیکھ کے سوچا تھا۔

نایاب عبداللہ سے نایاب ضامن کا سفر آج مکمل ہوا تھا اور اس تکمیل پہ کوثر بیگم رب کی بے حد متشکر تھیں۔

"ضامن لالہ کو بلائیں نہ پھپھو۔ نیاجی کو تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں۔" پریشہ شاہ تاج بیگم سے فرمائش کر رہی تھی۔

"فارس کو کہا تو تھا وہ لوگ آگئے۔" شاہ تاج بیگم کی نظر فارس اور دائم کے ہمراہ آتے ضامن پہ پڑی تھی۔

نیا کی ہتھیلیاں نم ہوئی تھیں۔ اس نے بے ساختہ ہی آنکھیں موند کے ایک گہری سانس لی تھی۔

دل اچانک ہی زور زور سے دھڑکنا شروع ہو چکا تھا۔

"آؤ بیٹھو بیٹا۔" شاہ تاج بیگم نے اسے نیا کے پہلو میں بٹھایا تھا۔

ضامن جہانداد آج پورے حق سے اسکے پہلو میں براجمان ہوا تھا۔ اسکا شانہ ہولے سے نیا کے کاندھے سے مس ہوا تھا۔

نیا کے وجود میں ایک سنسنہٹ سی دوڑی تھی۔

"ضامن لالہ! نیاجی بہت خوبصورت لگ رہی ہیں۔" پریشہ نے نیا کا گھونگھٹ مزید نیچے کرتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

"مجھے دیکھے بنا بھی یقین ہے۔" ضامن جہانداد کا جواب پر سکون تھا۔

"ایسے لوگوں کو کیا کہتے ہیں بھلا؟" پریشہ نے گال پہ انگلی رکھتے ہوئے پوچھا۔

"وفادار! اعلیٰ ظرف!" جواب نیا کی دھڑکنوں نے دیا تھا۔

"جو بھی کہتے ہوں تم خود ہی جواب ڈھونڈو۔ ضامن بیٹا! رسم پوری کرو۔" کوثر بیگم کا اشارہ نیا کے گھونگھٹ کی جانب تھا جو سرخ اور گنیزا کا تھا۔

ضامن نے ایک نگاہ خاص پہلو میں بیٹھے وجود پہ ڈالی تھی۔ سفید لباس میں ملبوس، کلائیوں میں سرخ چوڑیاں اور ہاتھوں میں حناء کا گہرا رنگ لئے اسکا چاند چہرہ گھونگھٹ کے بادل کی اوٹ میں تھا۔

ضامن نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے گھونگھٹ کا بادل ہٹایا تھا۔

چاند چہرہ اب روبرو تھا جس کی پیشانی پہ سنہری ٹیکاروشن تھا۔ گلاب چہرہ حیاء کے رنگوں سے معمور تھا۔

تیرا خیال ہے خوشبو، تیرا لباس کرن

تو خاک زاد ہے یا آسمان سے اتری ہے

میں تجھ کو دیکھ کے خود سے سوال کرتا ہوں

یہ رنگ موج زمیں پر کہاں سے اتری ہے؟

ضامن جہان داد مسحور ہوا تھا۔ دھڑکن سے دھڑکن جڑی تھی اور نیا کی سماعتوں نے ضامن جہان داد کی گھمبیر آواز میں نکاح کے بعد پہلا لفظ سنا تھا۔

"ماشاء اللہ!"

نیا کی پلکوں کی چلن جھکی تھی۔ اس شخص کے سامنے وہ ہمیشہ بے حد اعتماد سے رہی تھی پر آج تو دل ہتھیلیوں سے پھسلتا معلوم ہو رہا تھا۔

"اوہ ہو! ماشاء اللہ کہہ رہے لالہ۔" پریشہ نے ہونٹنگ کی تھی۔

"ہاں نہ! لا حول ولا قوۃ تو تم جیسوں کیلئے کہا جاتا ہے۔" رابعہ تو پکی پکی ضامن لالہ کی سائیڈ پہ تھی۔

"اچھا! بس لڑومت۔ باہر جاؤ، یہاں جھمگٹا مت لگاؤ۔" شاہ تاج بیگم نے انہیں ڈپٹا۔

"اتنی پرائیویسی! پریشہ کی تو آنکھیں باہر آگئی تھیں۔

"لڑکی! شاہ تاج بیگم کی گھوری بس کافی تھی۔

لڑکیاں باہر چلی گئیں تو شاہ تاج بیگم کو ثرا اور آسیہ کے پاس آگئی تھیں جو محلے کی دو تین خواتین کے پاس بیٹھی تھیں۔

ضامن اور نیا کو کچھ پل کیلئے انہوں نے تنہا چھوڑ دیا تھا۔

"عید مبارک! ضامن نے ہی پہل کی تھی۔

"خیر مبارک! نیا نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا تھا۔

"میرے سوال کا جواب کب ملے گا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ نگاہیں اسکی پلکوں کے اٹھتے گرتے جال پہ ٹکی تھیں۔

"کیا اب بھی کسی جواب کی ضرورت ہے؟" نیا انگوٹھے سے انگلی میں پہنی انگوٹھی کا نگینہ چھوتے ہوئے بولی تھی۔

ضامن کی نگاہ اسکے ہاتھ پہ ٹکی تھی۔

جانا پہچانا منظر آنکھوں کے سامنے گھوما تھا۔ ضامن نے نیا کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے جیسے اس یاد کو امر کیا تھا۔

نیا کے ہاتھ پہ اس لمس کا احساس اب یادداشت کا حصہ تھا کیونکہ انکا رشتہ اب حق و فرض سے معمور تھا۔

"نہیں! اب سارے سوال ختم۔ اللہ ہمارا ساتھ مبارک کرے۔ اس عید سے لے کے آنے والی ہر عید اب آپ کے سنگ ہوگی نیا۔" ضامن نے اس کے ہاتھ کو ہولے سے سہلا کے چھوڑتے ہوئے کہا تھا۔

"تجھ سنگ عید پیا!"

نیا کی دھڑکنوں نے ضامن جہان داد کے جذبات سے معمور الفاظ کو عنوان دیا تھا۔

ختم شد

